44

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام خلافت راشدہ کا نظام

6 تا 12 جمادی الثانی 1448ھ/ 17 تا 23 نومبر 2026ء

اس شمارے میں

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

امیر سے ملاقات (54)
(خصوصی پروگرام)

حقیقتِ نفاق

پینل گفتگو
(مصنوعی ذہانت.....)

ناظمہ علیا کا پیغام رفقاء کے نام

سچی توبہ کی شرائط وانعامات

تاریخ کا دھارا مڑ گیا

حضور ﷺ کی دعوت سے پہلے دنیا پر جاہلیت کی کارفرمائی تھی۔ اس کا ضمیر متعفن تھا اور رُوح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم اور غلامی کا دور دورہ تھا۔ فاجرانہ خوش حالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ اس پر کفر و گمراہی کے تاریک اور دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، حالانکہ آسمانی مذاہب اور ادیان موجود تھے۔ مگر ان میں تحریف نے جگہ پائی تھی اور ضعف سرایت کر گیا تھا۔ اُن کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان و بے رُوح قسم کے جامد رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔

جب اس دعوت نے انسانی زندگی پر اپنا اثر دکھایا تو روحِ انسانی کو وہم و خرافات، بندگی و غلامی، فساد و تعفن اور گندگی اور انارکی سے نجات دلائی اور معاشرۂ انسانی کو ظلم و طغیان، پراگندگی و بربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کے استبداد اور کاہنوں کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا دلایا اور دُنیا کو عفت و نظافت، ایجادات و تعمیر، آزادی و تجدد، معرفت و یقین اور ثوق و ایمان، عدالت و کرامت اور عمل کی بنیادوں پر زندگی کی بالیدگی، حیات کی ترقی اور حضارکی حق رسائی کے لیے تعمیر کیا۔

غرض اس دعوت کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت، اور اجتماعی عدل وجود میں آ گیا۔ نوعِ انسانی کو دنیاوی مسائل اور اُخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی۔ بالفاظ دیگر زمانے کی رفتار بدل گئی، رُوئے زمین متغیر ہو گیا، تاریخ کا دھارا مڑ گیا اور سوچنے کے انداز بدل گئے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
الرحیق المختوم

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

مراحلِ تخلیق انسان اور احساسِ تشکر

سُوْرَۃُ السَّجْدَہ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیت: 9

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

آیت: ۹ ﴿ثُمَّ سَوّٰىهُ﴾ ''پھر اس کی نوک پلک درست کی''

یہاں ثُمَّ کا لفظ اُس تخلیقی مرحلے کی نشاندہی کر رہا ہے جس کا آغاز ماں کے پیٹ میں استقرارِ حمل سے ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ بچے کے اعضاء ترتیب پاتے ہیں۔ نسل انسانی کا ہر بچہ اس مرحلے سے گزرتا ہے۔

﴿وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ﴾ ''اور پھونکا اُس میں اپنی روح میں سے''

پھر ایک مرحلے پر اس ''حیوانی جسم'' میں روح پھونک کر اُسے ''انسان'' بنا دیا جاتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں ایک بچہ جن مراحل سے گزرتا ہے، اُس کی تفصیل اِس متفق علیہ حدیث میں بیان ہوئی ہے جس کا مطالعہ ہم بیان القرآن جلد پنجم میں سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۲ تا ۱۴ کے ذیل میں کر چکے ہیں۔

﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ﴾ ''اور اُس نے بنائے تمہارے لیے کان' آنکھیں اور دل۔''

اَفْـِٕدَۃ جمع ہے اور اس کا واحد فُؤاد ہے۔ عام طور پر فُؤاد کا ترجمہ ''دل'' ہی کیا جاتا ہے مگر حقیقت میں اس سے انسانی عقل و شعور مراد ہے جس کا تشخص حیوانی عقل اور شعور سے قطعاً مختلف ہے۔

﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹﴾ ''بہت ہی کم ہے جو شکر تم لوگ کرتے ہو۔''



درسِ حدیث

بُری صحبت سے بچیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ))

(رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔''

تشریح: حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ انسان اکثر وہی طور طریقے اور طرزِ زندگی اختیار کرتا ہے جو اُس کے ساتھی کے ہوتے ہیں۔ اچھے دوست کی صحبت سے اچھائی اور برے دوست کی صحبت سے برائی حاصل ہوتی ہے اسی لیے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ دوست اچھا اور دیندار ہو ورنہ بری صحبت تباہی کا باعث ہوگی۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان [نظام] خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
6 تا 12 جمادی الثانی 1448ھ جلد 35
17 تا 23 نومبر 2026ء شمارہ 44
مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: • فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری • وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان
زیر انتظام: حافظ خالد محمود خضر
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوک لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت
36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 (042)
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ..... 1,200 روپے
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
رضاء الحق

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جب تک اس اُمت نے قرآن مجید کو اپنے لیے سرچشمۂ ہدایت، اپنی اجتماعی زندگی کے لیے دستورِ حیات اور اپنے انفرادی و اجتماعی معاملات میں رہنما تسلیم کیے رکھا، وہ دنیا میں عزت، وقار، سربلندی اور قیادت کی حامل رہی۔ لیکن جب قرآن مجید سے اس کا تعلق محض رسمی اور روایتی رہ گیا، دین کو زندگی کے چند انفرادی دائروں تک محدود کر دیا گیا اور اجتماعی زندگی کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ہدایات سے آزاد کرنے کا چلن عام ہوا تو بتدریج اس کے زوال کا آغاز ہو گیا۔ آج عالمِ اسلام کی سیاسی بے بسی، معاشی پسماندگی، معاشرتی بے راہ روی، فکری انتشار، باہمی اختلافات اور عالمی سطح پر بے توقیری درحقیقت اسی انحراف کے مختلف مظاہر ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے موجودہ بحران کا جائزہ لیتے ہوئے محض بیرونی سازشوں، عالمی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں اور دشمنوں کی اسلام مخالف پالیسیوں کو موردِ الزام ٹھہرانا کافی نہیں، بلکہ ہمیں اپنے زوال کے ان بنیادی اسباب کا بھی دیانت داری سے جائزہ لینا ہوگا جو خود ہمارے اندر پیدا ہوئے ہیں۔

گزشتہ کم و بیش ایک سو برس کی تاریخ کا ہی طائرانہ جائزہ لے لیا جائے، یعنی 3 مارچ 1924ء کو جب خلافتِ عثمانیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بالآخر گل ہو گیا (یا کر دیا گیا) تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کے اہم اسباب میں قرآن مجید سے دوری، حبِ دنیا، موت سے نفرت اور اقامتِ دین کی ذمہ داری سے غفلت شامل ہیں۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو محض ایک مذہبی گروہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ایسی اُمت کے طور پر متعارف کرایا ہے جس کی ذمہ داری پوری انسانیت کے سامنے حق کی گواہی دینا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔'' (البقرۃ: 143) یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اُمتِ مُسلمہ کا منصب محض اپنی انفرادی نجات کا اہتمام کرنا نہیں بلکہ انسانیت کے سامنے اللہ تعالیٰ کے دین کی شہادت دینا بھی ہے۔ اس شہادت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن افسوس کہ آج ہماری اجتماعی ترجیحات اس بنیادی مقصد سے بڑی حد تک منحرف ہو چکی ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت تو ہوتی ہے، اس کے نسخے گھروں میں موجود ہیں، مساجد میں اس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، لیکن اس کے پیغام کو سمجھنے، اس کے احکام کے مطابق زندگی ڈھالنے اور اس کے نظامِ عدل کو اجتماعی سطح پر قائم کرنے کی فکر بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ یہی وہ تعلق ہے جو مسلمانوں کو ایک زندہ، باوقار اور مقصدی اُمت بنا سکتا ہے۔

دوسرا بنیادی سبب حبِ دنیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ موت کا خوف یا اُس سے نفرت کی وجہ بھی دنیا کی محبت ہی بنتی ہے۔ قرآن مجید نے بارہا متنبہ کیا ہے کہ دنیا کی محبت جب انسان کے دل پر غالب آ جاتی ہے تو وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ مال، منصب، اقتدار، شہرت اور آسائشیں اس کی زندگی کا مقصد بن جاتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے مقابلے میں دنیاوی مفادات کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اُمت کے مستقبل کے حوالے سے اس بیماری کی نشاندہی فرمائی تھی۔

آپ ﷺ نے بتایا کہ ایک وقت آئے گا جب دوسری قومیں مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا اُس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم تعداد میں بہت زیادہ ہوگے، لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی مانند ہوگے۔ تمہارے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دی جائے گی اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دی جائے گی۔ پوچھا گیا کہ یہ کمزوری کیا ہوگی؟ فرمایا: 'وہن' (یعنی) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ یہ حدیث آج کے مسلم معاشرے کی صورتِ حال پر غیر معمولی طور پر منطبق ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ ہماری تعداد تقریباً دو ارب کے قریب ہے، مسلم ممالک قدرتی وسائل، افرادی قوت اور جغرافیائی اہمیت کے اعتبار سے غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود عالمی سیاست میں ہماری اجتماعی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہماری امیدیں امریکہ، روس، چین سے وابستہ ہوگئیں اور ہم امریکی انتخابات کے نتائج کو اُمّتِ مُسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ جبکہ ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کے انتخابی نتائج کو ظلم کے خاتمے کا سبب سمجھنے لگے! آج دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمانوں کی حالتِ زار اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ محض تعداد، وسائل اور جغرافیائی اہمیت کسی قوم کو عزت و سربلندی نہیں دلا سکتے، جب تک اس کے اندر فکری وحدت، سیاسی بصیرت، اجتماعی نظم اور ایک واضح نصب العین موجود نہ ہو۔

غزہ کی صورتِ حال اس حوالے سے اُمّتِ مُسلمہ کے لیے ایک لٹمس ٹیسٹ ہے۔ اکتوبر 2025ء میں جنگ بندی کے معاہدے کے باوجود نومبر 2026ء تک فلسطینی عوام کی نسل کُشی ختم نہیں ہوئی۔ اقوامِ متحدہ کے دفتر برائے رابطہ انسانی امور کی 6 نومبر کی رپورٹ کے مطابق غزہ میں اسرائیلی حملوں کے نتیجے میں شہریوں کی شہادتیں مسلسل جاری ہیں، جبکہ انسانی امداد کی ترسیل پر پابندیوں کے باعث خوراک، ادویات اور دیگر ضروری اشیاء کی شدید قلت برقرار ہے۔ رپورٹ میں خبردار کیا گیا کہ مصر سے امدادی سامان کی ترسیل معطل رہنے سے روزانہ کھانا فراہم کرنے کی صلاحیت میں تقریباً 45 فیصد کمی واقع ہو چکی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ نومبر کے آغاز میں ہونے والی شدید بارشوں اور سیلاب نے پہلے سے تباہ حال فلسطینیوں کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کی 10 نومبر کی رپورٹ کے مطابق ہزاروں خاندانوں کے خیمے اور سامان تباہ ہوئے، چھ ہزار سے زائد پناہ گاہیں مکمل طور پر تباہ اور سترہ ہزار سے زیادہ متاثر ہوئیں۔ ایک طرف اسرائیلی پابندیاں، دوسری طرف سردی اور بارش کی شدت، اور تیسری طرف عالمی برادری کی بے عملی؛ یہ سب انسانیت کے اجتماعی ضمیر اور اس سے بڑھ کر مسلم ممالک کے حکمرانوں اور عوام پر ایک بڑا سوالیہ نشان ہیں۔

فلسطین، کشمیر، سوڈان، یمن، میانمار اور دیگر مسلم خطوں کے حالات اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ اُمّتِ مُسلمہ کو محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اجتماعی سیاسی اور تہذیبی مستقبل کے بارے میں بھی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ دنیا کے تقریباً دو ارب مسلمان، درجنوں مسلم ریاستیں، وسیع قدرتی وسائل اور ایک مشترکہ دینی و تہذیبی ورثہ رکھنے کے باوجود اپنے مظلوم بھائیوں کو تحفظ کیوں فراہم نہیں کر پا رہے؟ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیے تو اُمّتِ مُسلمہ کو جواب مل جائے گا! اس تمام صورتِ حال میں پاکستان کے مسلمانوں کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔

پاکستان کا قیام محض ایک جغرافیائی یا نسلی بنیاد پر وجود میں آنے والی ریاست کا واقعہ نہیں تھا، بلکہ برصغیر کے مسلمانوں نے ایک علیحدہ خطۂ زمین کا مطالبہ اس تصور کے تحت کیا تھا کہ وہ اپنی اجتماعی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق استوار کر سکیں۔ تحریکِ پاکستان کے دوران دو قومی نظریے کی بنیاد یہی حقیقت تھی کہ مسلمان ایک جداگانہ تہذیب، نظریۂ حیات اور دینی شناخت رکھتے ہیں۔ بانیانِ پاکستان کے تصور اور قراردادِ مقاصد میں بھی اس حقیقت کی جھلک نمایاں ہے کہ حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے اور ریاست کے امور عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے قرآن و سنت کی مقرر کردہ حدود کے اندر باہمی مشاورت سے چلائے جائیں گے۔ لیکن ہماری 79 سالہ تاریخ شاہد ہے کہ شروع کے دو اڑھائی سال چھوڑ کر تمام مدت سیکولرازم اور لبرل طرزِ حکومت، معیشت اور معاشرت کو نافذ کرنے کی نظر ہوگئی۔

آج قیامِ پاکستان کو تقریباً آٹھ دہائیاں گزر جانے کے باوجود ہم اس بنیادی مقصد کی تکمیل سے کوسوں دور ہیں۔ پاکستان سیاسی عدم استحکام، معاشی مشکلات، سودی قرضوں کے بڑھتے ہوئے بوجھ، طبقاتی تفاوت، بدعنوانی، ادارہ جاتی کشمکش اور امن و امان کے مسائل سے دوچار ہے۔ خیبر پختونخوا، بلوچستان اور آزاد کشمیر میں امن و امان کی صورتِ حال، دہشت گردی کے بڑھتے واقعات اور وفاقی و صوبائی حکومتوں کے درمیان سیاسی کشیدگی نے قومی یکجہتی کے لیے نئے سوالات پیدا کیے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ ایک طرف دہشت گردی کا ہولناک واقعہ پیش آتا ہے لیکن گورنر ہاؤس میں تہذیب اور ثقافت کے فروغ کے نام پر اُسی رات ناچ گانے اور شرم و حیاء کے چیتھڑے اُڑانے والی تقریب منعقد کی جاتی ہے۔ کوئی شرم ہے نہ حیا! پھر یہ کہ جب منتخب حکومت کو گھر بھیج کر ایمرجنسی اور گورنر راج نافذ ہی اسی لیے کیے تھے کہ دہشت گردی کا خاتمہ صوبائی حکومت کے بس کی بات نہیں تو اب دہشت گردی کو ختم نہ کر پانا کس کی نااہلی اور کوتاہی ہے! یقیناً ریاستی اداروں کی اصلاح، قانون کی حکمرانی، شفاف احتساب، معاشی انصاف، امن و امان اور عوامی حقوق کا تحفظ ہر حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے، لیکن ان سب کے لیے ایک ایسا نظریاتی اور اخلاقی ڈھانچہ بھی ضروری ہے جو اقتدار کو امانت، حکمرانی کو خدمت اور معاشرتی تعلقات کو عدل و احسان کی بنیاد پر استوار کرے۔ پاکستان کے قیام کا اصل مقصد بھی یہی تھا کہ یہاں ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی بالادستی ہو اور کسی فرد، طبقے یا ادارے کو قانون سے بالاتر حیثیت حاصل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حکمران طبقہ کو ہدایت کا راستہ عطا فرمائے۔ جب پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے گا، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا بتایا ہوا نظام نافذ کریں گے، قرآن سے جڑیں گے تو دنیا اور آخرت دونوں کی سعادتیں نصیب ہوں گی۔ ورنہ بقول اقبال: ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اقامت دین کی جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے، اس کو ادا کرنے کی کوشش کریں گے تو اپنی اصلاح بھی ہوتی جائے گی،

"Gen-Z" بھی اللہ کے بندے ہیں، اُن کی روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے اور وہ غذا قرآن کی تعلیم سے مہیا ہوگی،

ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ قرآن کی دعوت کو سارے عالم میں پھیلا دیں تو سعید روحیں خود کھنچی چلی آئیں گی،

تنظیم اسلامی ہر قسم کے ظلم کو جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے نظام کی تبدیلی کی جدوجہد پر یقین رکھتی ہے،

اس اُمت کو ایک نظیم مقصد کے لیے چنا گیا ہے، اس کے پاس سوشل میڈیا پر ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہونا چاہیے۔

میزبان: آصف حمید

زونل سالانہ اجتماع 2026ء کے موقع پر خصوصی پروگرام "امیر سے ملاقات" میں
امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم اسلامی و احباب کے سوالوں کے جوابات

سوال: بحیثیت رفیق تنظیم اسلامی، سوچتا ہوں کہ پہلے اپنی اصلاح کرلوں پھر لوگوں کو تبلیغ کروں تاکہ اس کا اثر بھی ہو۔ اس کشمکش کی وجہ سے بندہ ناچیز کام نہیں کر پا رہا۔ اگر اس سوچ کو کسی درستگی کی ضرورت ہے تو براہ کرم اصلاح فرما دیں؟ (عبدالوہاب، سرگودھا)

امیر تنظیم اسلامی: قرآن میں رہنمائی موجود ہے:

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف)

"تم کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں ہو؟"

یہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کر دینے والی بات ہے کہ بندہ لوگوں کو تبلیغ کرے اور خود عمل نہ کرے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کے بعد معصومیت ختم ہوگئی۔ ہر انسان خطا کا پتلا ہے۔ اگر کوئی سوچتا ہے کہ وہ 100 فیصد صحیح ہو جائے تو پھر تبلیغ کرے، تو یہ مرتے دم تک نہیں ہوگا۔ اعتدال کا راستہ یہ ہے کہ بندہ خود بھی دین پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتا رہے۔ جب دوسروں کو دعوت دے گا تو خود بھی عمل کرنا پڑے گا کیونکہ سب کی نظریں اس پر ہوں گی کہ خود فجر کی نماز میں نظر آرہا ہے یا نہیں، شادی بیاہ کے مواقع پر خلاف شریعت کام تو نہیں ہو رہے؟ اس میں کوئی اخلاقی بگاڑ کا معاملہ تو نہیں ہے؟ دعوت دین اور اقامت دین کی جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے، اس کو ادا کرنے کی کوشش کریں گے تو اپنی اصلاح بھی ہوتی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

سوال: موجودہ نوجوان نسل انگریزی کو زیادہ سمجھتی ہے جبکہ تنظیم اسلامی کا 90 فیصد لٹریچر اردو میں ہے۔ کیا یہ چیز دوری پیدا نہیں کر رہی اور کیا تنظیم اسلامی کے منصوبوں میں اپنے لٹریچر کا انگریزی میں ترجمہ کرنا شامل ہے؟

(محمد طلال سلیم اور محمد افضل، لاہور شرقی)

امیر تنظیم اسلامی: احادیث مبارکہ میں اس حوالے سے رہنمائی موجود ہے:

((كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ)) "لوگوں سے کلام ان کے عقل اور فہم کے مطابق کرو۔"

جو لوگ انگریزی زبان میں ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ادارے نے بیان القرآن سمیت ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی

مرتب: محمد رفیق چودھری

بعض تصانیف کو انگریزی زبان میں بھی شائع کیا ہے۔ مزید بھی اس پر کام ہو رہا ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ جتنا بھی اہم لٹریچر ہے اس کو انگریزی زبان میں بھی شائع کریں تاکہ بیرون ممالک جو لوگ اردو زبان نہیں سمجھ سکتے ان تک بھی تنظیم کا پیغام اور دین کی دعوت پہنچے۔ تاہم پاکستان کے اندر بہت سے تجربات ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری اکثریت سے اردو میں ہی مخاطب ہونا بہتر ہے۔ مثال کے طور پر کچھ عرصہ قبل DHA کراچی میں ہمارے سینئر رفیق اور سابق صدر انجمن خدام القرآن سندھ جناب زین العابدین جوادؒ نے انگریزی زبان میں خلاصہ مضامین قرآن حکیم کا بیان شروع کیا تو 4 دن بعد ہی سامعین نے مطالبہ کر دیا کہ بیان اُردو میں ہونا چاہیے۔ ہماری آج کی نوجوان نسل جسے "جین زی" کہا جاتا ہے، وہ عمران خان کو بھی اردو میں سنتی ہے، بلاول کو بھی اردو میں تقریر کرنا پڑتی ہے۔ "جین زی" بھی اللہ تعالیٰ کے ہی بندے ہیں اور ان کی روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے اور وہ غذا قرآن کی تعلیم کے ذریعے مہیا ہوگی۔ جب کبھی ہمیں کالج، یونیورسٹی یا کارپوریٹ سیکٹر میں کوئی لیکچر دینا ہوتا ہے تو وہاں ہم انگریزی اصطلاحات بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اسی طرح مکمل انگلش پر انحصار کرنے والے قارئین تک دعوت پہنچانے کے لیے ہم انگریزی زبان میں اپنے لٹریچر کا ترجمہ بھی کر رہے ہیں۔

میزبان: بیان القرآن کا انگریزی میں ترجمہ مکمل ہو گیا ہے، وہ ان شاء اللہ اسی ماہ سے قارئین کے لیے آن لائن دستیاب ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ!

سوال: ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ دین کی جو تشریح ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے کی ہے یا رفقائے تنظیم کر رہے ہیں وہی دین کی صحیح تشریح ہے، علماء کو کچھ نہیں آتا۔ اس پر آپ کیا کہیں گے؟ (معید الدین عزیز احمد، اسلام آباد)

امیر تنظیم اسلامی: یہ محض جذباتی باتیں ہیں۔ آج کل موٹیویشنل سپیکرز کو سن کر لوگ سمجھتے ہیں کہ علماء کو کچھ نہیں آتا۔ ایسا نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ہمیشہ اس جانب توجہ دلائی ہے کہ تنظیم اسلامی ایک جماعت ہے یہ "الجماعہ" نہیں ہے۔ ہم کوئی فرقہ نہیں ہیں معاذ اللہ کہ ساری امت کو ایک طرف کر کے ہم کہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کھل کر بتاتے تھے کہ انہوں نے کن کن علماء سے استفادہ کیا ہے۔ مختلف زاویوں سے اپنی فکر کے حوالے سے جن علماء و محققین نے اُن پر اثر چھوڑے، ان میں سے حمید الدین فراہی صاحبؒ، مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ، علامہ اقبالؒ اور ڈاکٹر رفیع الدینؒ کا ذکر اکثر اپنی تحریر و تقریر میں کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ رفقاء کو امت کے اسلاف سے جڑے رہنے کی تلقین کی اور اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی کہ اپنے آپ کو کسی خول میں ہرگز بند نہ رکھیں۔

دیگر علماء اور اسلاف کا بھی مطالعہ کرو۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ جو کچھ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بیان کر دیا یا تنظیم اسلامی کے مدرسین اور مقررین جو تشریح کر رہے ہیں وہی کل دین ہے، یہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا مزاج ہرگز نہ تھا اور نہ ہی تنظیم کے دیگر اکابرین کا مزاج ہے۔ بحیثیت امیر تنظیم اسلامی میں نے گزشتہ دنوں اپنے خطبات جمعہ میں اقامت دین کی فرضیت کے حوالے سے بیان کیا ہے تو اس میں بھی اسلاف اور بزرگوں کی آراء کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔

سوال: ہماری تنظیم دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کے لیے سوشل میڈیا اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے قاصر کیوں ہے؟ جبکہ آج ہر آرگنائزیشن اپنے کام کی تشہیر کے لیے ان ذرائع کا استعمال کرتی ہے۔ (ڈاکٹر عبداللہ، فیصل آباد)

امیر تنظیم اسلامی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس وقت ٹیلی ویژن پر دعوت کا کام شروع کیا تھا جب باقی دینی جماعتیں اور علماء کرام اس کو حرام سمجھتے تھے۔ 2006ء میں ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب نے مفتی تقی عثمانی صاحب کا انٹرویو کیا اور اس حوالے سے سوال کیا تو پہلی بار تقی عثمانی صاحبؒ نے یہ کہا کہ ہمیں میڈیا کے استعمال پر غور کر لینا چاہیے۔ جبکہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پہلے سے یہ موقف تھا کہ خیر کے کام میں میڈیا کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک نے 1998ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے بیان القرآن کی ریکارڈنگ کروائی، الحمدللہ آج بھی لاکھوں لوگ اُس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ میڈیا کا استعمال خیر کے کاموں میں ہونا چاہیے۔ اس وقت ہم یہ پروگرام گوگل میٹ پر کر رہے ہیں، پاکستان بھر کے چار دیگر مقامات جہاں زوم سالانہ اجتماع ہو رہا ہے وہاں بھی لائیو ٹیلی کاسٹ ہو رہا ہے، اس کی ریکارڈنگ ہماری ویب اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی دستیاب ہوگی۔ پھر اس کے شارٹ کلپس بھی سوشل میڈیا پر شیئر ہوں گے۔ البتہ میڈیا کے حوالے سے کچھ اصول و ضوابط بھی ہم نے ڈاکٹر صاحبؒ کے زمانے سے طے کر رکھے ہیں، مثلاً: ہم ٹی وی چینل پر کسی خاتون کے ساتھ بیٹھ کر پروگرام نہیں کریں گے۔ اسی طرح ہم اپنے کسی سوشل میڈیا پلیٹ فارم یا پروگرام کو کمائی کا ذریعہ نہیں بنائیں گے۔ یوٹیوب چینل سمیت تنظیم کا کوئی بھی سوشل میڈیا پلیٹ فارم مونا ٹائز نہیں ہے۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے، دینی اور تنظیمی مزاج اور دینی وقار کا خیال رکھا جائے۔ اسلام کی آمد سے قبل مکہ کے لوگوں میں یہ رواج تھا کہ جب انہیں اہل مکہ کو کوئی انتہائی اہم پیغام دینا ہوتا تھا تو وہ کوہ صفا پر برہنہ ہو کر کھڑے ہوتے اور پکار لگاتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس رواج میں جو شرکا پہلو (یعنی برہنہ ہونا) تھا، اس کو حذف کر کے اسلام کی دعوت کا آغاز اسی رواج سے کیا۔ ہمارے ہاں انجمن ہائے خدام القرآن کے زیر اہتمام بعض کلاسز اور کورسز لائیو ہوتے ہیں۔ مرکز تنظیم اسلامی لاہور سے ہم سیرت النبیؐ کے موضوع پر لائیو پروگرام کرتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ہم LMS پر بھی جائیں اور اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک نے 1998ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے بیان القرآن کی ریکارڈنگ کروائی، الحمدللہ آج بھی لاکھوں لوگ اُس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

میزبان: اس وقت سوشل میڈیا کے جتنے بھی ممکنہ پلیٹ فارمز موجود ہیں چاہے یوٹیوب ہو، فیس بک، ٹوئٹر، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، سناؤنڈ کلاؤڈ، سنیپ چیٹ ہو ان تمام پر ہماری پریزنس ہے۔ الحمدللہ! ہماری ٹیمیں اس پر کام کر رہی ہیں اور ان پلیٹ فارمز پر جو ماہانہ ویورشپ آ رہی ہے وہ تقریباً ڈیڑھ سے دو کروڑ کے قریب ہے۔ بانی تنظیم اسلامیؒ کا سوشل میڈیا کے استعمال کے حوالے سے جو ویژن تھا اس کو لے کر ہم چل رہے ہیں۔ اللہ کا شکر یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں اُردو زبان سمجھنے والے جتنے بھی لوگ ہیں ان کے موبائل میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا کم از کم ایک کلپ روزانہ ضرور آتا ہے۔ ہم فیک نیوز یا غلط افواہیں عام نہیں کرتے۔ ہماری گفتگو بڑی ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ مرچ مصالحہ نہیں لگا ہوتا تو شاید اسی لیے وہ کم نظر آتا ہے۔ الحمدللہ جتنا دفعہ بھی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا یوٹیوب چینل اڑایا گیا ہم نے ڈیٹا کو محفوظ رکھتے ہوئے نئے سرے سے کام شروع کیا اور اب ہم نے اپنی ایک ویب سائٹ جو یوٹیوب کی طرح ہے وہ بھی بنائی ہے جس کی سرچنگ بہت ہائی لیول کی ہے۔ اس کا نام ہے: DRISRAR.COM۔ اس میں ڈاکٹر صاحب کے ہزاروں کلپس اور ویڈیوز موجود ہیں اور ان میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ مستقبل قریب میں اور زیادہ پلیٹ فارمز پر زیادہ بہتر موجودگی آپ دیکھیں گے ان شاء اللہ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے رفقاء اس سے آگاہ ہوں اور اپنے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز سے اس دعوت کو مزید آگے بڑھائیں۔

سوال: ہم کہتے ہیں کہ دین کو غالب کرنے کے لیے ٹیکنالوجی کو ساتھ لے کر چلنا ہے، تنظیم اسلامی اس مقصد کے لیے کیا کر رہی ہے۔ کیا ایسے لوگ تیار کیے جا رہے ہیں جو ٹیکنالوجی کو اعلیٰ سطح پر سیکھ کر دین کے کاموں میں استعمال کریں؟ (محمد الیاس، فیصل آباد)

امیر تنظیم اسلامی: ایک اصولی بات سمجھ لیجیے کہ ہماری دعوت کا بنیادی ذریعہ قرآن مجید ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر، خالد بن ولید اور دیگر صحابہؓ کو کسی علیحدہ نرسری میں تیار نہیں کیا تھا، بلکہ قرآن کی دعوت سے ان میں تبدیلی آئی تھی اور پھر وہی عمر اور خالد بن ولیدؓ جو اسلام کے دشمن تھے، اسلام کے غلبے کا باعث بنے۔ ولیم میور لکھتا ہے کہ اگر ایک عمر مسلمانوں کو اور مل جاتا تو ساری دنیا مسلمانوں کے پاس ہوتی۔ اسی طرح خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کا خطاب ملا۔ اسی طرح آج بھی قرآن کی دعوت سے تبدیلی آئے گی۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی فرماتے تھے کہ قرآن کی دعوت کو سارے عالم میں پھیلا دیں تو سعید روحیں خود کھنچتی چلی آئیں گی۔ ہاں! اس دعوت کو پھیلانے کے لیے کوئی بھی جائز ذریعہ استعمال میں لایا جا سکتا ہے اور ہم اس سلسلہ میں آگے بڑھ رہے ہیں، الحمدللہ۔ ہمارے ایک رفیق تنظیم جنہوں نے بیرون ملک سے سائبر سیکورٹی میں پی ایچ ڈی کیا ہے، اب اللہ تعالیٰ ان سے بہت سے خیر کے کام لے رہا ہے۔ ہم بھی ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ہمارے ایک اور ساتھی بھی بیرون ملک سے تشریف لائے ہوئے ہیں اور انہوں نے MYQURANJOURNEY.COM کے نام سے ایک ایپ بنائی ہے۔ اس کا تعارف آپ کو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ پر بھی مل جائے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بیان القرآن اور منتخب نصاب کی ہم مختلف طریقوں سے تشہیر کر رہے ہیں، ان کی آڈیو، ویڈیو اور لٹریچر ہر جگہ دستیاب ہے۔ اسی طرح بچوں کا نصاب بھی تیار ہو چکا ہے اور استفادے کے لیے فراہم کیا جا رہا ہے۔ آپ تنظیم کی ویب سائٹ TANZEEM.COM پر جائیں، مائی قرآن جرنی ڈاٹ کام پر جائیں، وہاں آپ کو یہ سب چیزیں ملیں گی۔ ہمارے رفقاء نے اپنی ذاتی کاموں اور معاش کو فراموش کر کے یہ سب خیر کے کام کیے ہیں ماشاء اللہ! آج بہت سے لیکچرز لائیو ٹیلی کاسٹ ہو رہے ہے،

انجمن خدام القرآن کے آن لائن کورسز اور کلاسز ہو رہی ہیں، ایل ایم ایس پر کام ہو رہا ہے، سیلف پیس کورسز ہو رہے ہیں، آئی ٹی کے علاوہ اور بھی بہت سے شعبوں میں ہمارے رفقاء کام کر رہے ہیں۔ الحمدللہ!

سوال: تنظیم اسلامی اقامت دین کی کوشش کر رہی ہے۔ کیا اس مقصد کے لیے دوسری دینی مذہبی جماعتوں سے تعاون کرتی ہے؟ اور کیا دوسری دینی جماعتوں کو اپنے پروگراموں میں شامل کرتی ہے؟ (محمد افضل، لاہور شرقی)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی اقامت دین کی جدوجہد کر رہی ہے۔ کوشش کرنا ہم پر فرض ہے، دین کو غالب کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس کوشش میں دیگر دینی اور مذہبی جماعتوں سے ہمارا تعاون رہتا ہے۔ جیسا کہ انسداد سود کی جدوجہد میں جماعت اسلامی کے ساتھ مل کر ہم نے کام کیا، عدالتوں میں ایک ساتھ کیس لڑا۔ 2022ء میں جب وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ آیا تو وہاں میں بھی موجود تھا، سابق امیر جماعت اسلامی جناب سراج الحق صاحب بھی موجود تھے۔ اس جدوجہد میں دیگر جماعتوں کے علماء اور رہنما بھی شامل رہے۔ اسی طرح ٹرانسجینڈر کیس کے معاملے میں بھی ہم مل کر کام کر رہے ہیں۔ ہم اپنے سیمینارز، پروگرام زمانہ گواہ ہے اور دیگر کئی مواقع پر دوسری جماعتوں کے علماء اور رہنماؤں کو بلاتے ہیں۔ ہم بھی کبھی ان کے جلسوں میں اور مختلف پروگراموں میں جاتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے شعبہ تربیت کے لوگوں نے کئی مرتبہ ہمارے مراکز کا دورہ کیا اور کئی امور میں استفادہ کیا۔ منکرات کے خلاف مہم میں کئی مرتبہ ہم ایک ساتھ ہوتے ہیں اور مشترکات پر مل کر کام کرتے ہیں۔ لاہور میں ملی مجلس شرعی کے اجلاسوں میں بھی شرکت کرتے ہیں، ملی یکجہتی کونسل کے اجلاس کئی مرتبہ ہمارے مراکز میں ہوتے ہیں۔ غزہ کے حوالے سے مہمات اور مظاہروں میں مشترکہ طور پر شرکت کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ختم نبوت فورم پاکستان کی طرف سے دعوت تھی تو وہاں میں نے شرکت کی۔ اس طرح مشترکہ امور پر اشتراک عمل بڑھے گا تو چیزیں فائن ٹیون ہوں گی۔ جیسے کہ دو بڑی مذہبی سیاسی جماعتوں کے ذمہ داران اب مانتے ہیں کہ انتخابی سیاست سے پاکستان میں انقلاب نہیں آسکتا۔ ہمارے لیے موقع ہے ہم بات کو مزید آگے بڑھائیں۔ اسی طرح ہم کسی متفقہ لائحہ عمل کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔

سوال: آج کل ہم نوجوان بہت زیادہ موبائل دیکھنے کی لت میں پھنسے ہوئے ہیں، روزانہ آٹھ سے 10 گھنٹے فون پر گزار رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے دینی اور دنیاوی مقاصد حاصل نہیں ہو پا رہے ہیں۔ اس لت سے کس طرح نکلا جائے۔ کیا تنظیم کی اس سے متعلق کوئی نصیحت یا پالیسی ہے؟ (معاذ محمد اسماعیل، کراچی شمالی)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ میں ایک بار یہ معاملہ پیش ہوا، ایک بزرگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے نوجوان جب دیکھو سمارٹ فون پر لگے رہتے ہیں، نہ دن دیکھتے، نہ رات، بیڑا غرق ہو رہا ہے۔ اس پر ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر سابق امیر تنظیم اسلامی محترم عاکف سعید صاحب سے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ مثال دیا کرتے تھے کہ اگر میں اپنے چرفٹ کے وجود پر اسلام کو نافذ نہیں کر سکتا جہاں میرا اختیار ہے تو میں دنیا میں دین کے غلبے کی بات کس منہ سے کروں گا؟

اجازت چاہی اور کہا کہ بہت ادب کے ساتھ، یہ بات درست ہے کہ نوجوان موبائل دیکھتے ہیں، لیکن ہم نوجوان کالج یا یونیورسٹی بھی جاتے ہیں، ہم میں سے کچھ لوگ تعلیم کے ساتھ پارٹ ٹائم جاب بھی کرتے ہیں اور جو اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہیں تو فل ٹائم جاب بھی کرتے ہیں لیکن ''بابے'' سارا دن ویلے بیٹھ کر اپنا وقت برباد کرتے ہیں، ان سے بھی ذرا پوچھیے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ صرف نوجوانوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ کسی صاحب علم نے بڑی گہری بات کہی کہ جس بندے کو اپنے اوپر اعتماد نہ ہو وہ فون استعمال نہ کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ((استفت قلبك)) ''اپنے دل سے فتویٰ لو۔ سب کو پتا ہے کہ وقت برباد ہوتا ہے اور اس وقت اُمت مسلمہ جن مشکلات کا شکار ہے، ایسی صورتحال میں کسی مسلمان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنا وقت برباد کرے۔ ہم احادیث میں پڑھتے ہیں کہ سب سے بہتر اسلام اس کا ہے جو لغو اور فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔ سورۃ المومنون میں جنت میں جانے والوں کی ایک صفت یہ بھی بیان ہوئی کہ وہ لغو باتوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ اس تناظر میں ہم سب اپنا جائزہ لے لیں، کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک نوجوان کہنے لگا: شجاع بھائی کیا کروں وقت ہی نہیں ملتا۔ میں نے کہا اللہ کو حاضر ناظر رکھ کر ایک ہفتے کا چارٹ بناؤ کہ اس دوران آپ کی کیا مصروفیات رہیں۔ ایک گھنٹے بعد وہ آیا اور کہنے لگا کہ میرا خیال تھا کہ میں بہت زیادہ مصروف ہوں لیکن اب پتا چلا کہ میں تو خوامخواہ اپنا وقت برباد کر رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ ہم اپنا وقت فضول کاموں میں ضائع کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ وقت نہیں ملتا۔ سمارٹ فون کے زیادہ استعمال سے اب جسمانی اور دماغی صحت کے مسائل بھی سامنے آ رہے ہیں۔ آنکھیں خراب ہو رہی ہیں، نفسیاتی مسائل بڑھ رہے ہیں، مزاج بگڑ رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی گزشتہ کئی برسوں سے سوشل میڈیا کے نقصانات اور خطرات کے حوالے سے آگاہی پھیلا رہی ہے، اس پر آرٹیکلز بھی آتے ہیں، پروگرام زمانہ گواہ ہے میں، امیر سے ملاقات پروگرام میں اس پر بات ہوتی رہی ہے۔ سابق امیر تنظیم اسلامی محترم عاکف سعید صاحب کے دور میں اس حوالے سے رہنمائی پر مبنی ایک پالیسی ڈاکومنٹ تیار کیا گیا۔ جب علماء کرام اور مفتیان کرام سے شیئر کیا گیا تو انہوں نے بھی اس سے اتفاق کیا۔ ایک تجویز یہ تھی کہ جب بھی کمپیوٹر، لیپ ٹاپ یا سمارٹ فون پر انٹرنیٹ استعمال کرنا ضروری ہو تو پہلے وضو کریں اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کریں۔ ایک بچے سے میں نے کہا جب انٹرنیٹ استعمال کرنا شروع کرتے ہو کیا بسم اللہ پڑھ کر شروع کرتے ہو؟ کہنے لگا: انٹرنیٹ پر طرح طرح کی چیزیں آجاتی ہیں تو ہم بسم اللہ کیسے پڑھیں۔ میں نے کہا: پھر بسم اللہ کو چھوڑ دو گے یا انٹرنیٹ کو چھوڑ دو گے۔ کہنے لگا: بسم اللہ کو تو نہیں چھوڑ سکتے، انٹرنیٹ کا فضول استعمال چھوڑا جا سکتا ہے۔ اس طرح اگر ہم اپنی تنہائی کو پاکیزہ بنائیں، باوضو رہیں، بسم اللہ پڑھ کر جائز استعمال کی نیت سے شروع کریں تو غلط چیزوں سے بچ سکتے ہیں۔ ہم اس اُمت کے لوگ ہیں جنہیں اللہ نے بہت خاص مقصد کے لیے چنا ہے۔ ہمیں محمد مصطفیٰ ﷺ کے مشن کے لیے کھڑا کیا گیا ہے، ہمارے پاس برباد کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اس مقصد اور مشن کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے بچوں کی تربیت کریں اور خود بھی اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہیں تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا۔ ان شاء اللہ!

سوال: آج عوام مہنگائی جیسے بنیادی مسائل کے شکار ہیں۔ کیا تنظیم اسلامی اپنی موجودہ دعوت کے ساتھ ساتھ ایسے عوامی مسائل پر عملی طور پر عوام کے درمیان جا کر اپنا کردار ادا نہیں کر سکتی، اس طرح ہماری دعوت مزید موثر ہو سکتی ہے؟ (دانیال انصاری، کراچی جنوبی)

امیر تنظیم اسلامی: ایسا نہیں ہے کہ ہم ان مسائل پر گفتگو نہیں کرتے، عوام کے ہر مسئلے کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ سارے مسئلے نظام سے تعلق رکھتے ہیں اور نظام کی

تبدیلی کے لیے ہم جدوجہد بھی کر رہے ہیں۔ وہ نظام، اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر عدل اجتماعی کا نظام ہے۔ اس بات کو غیر مسلم بھی مانتے ہیں۔ کچھ برس قبل 'ایمپائر آف فیتھ' کے نام سے ایک ڈاکومنٹری بنی تھی جس میں دس سے بارہ غیر مسلم اسکالرز سے انٹرویو کیے گئے تھے۔ ان میں ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی تھے۔ سب کی رائے میں اسلامی نظام کے متعلق جو مشترکہ بات تھی وہ عدل کی بات تھی۔ قرآن مجید بھی اسی 'عدل' کا تقاضا کرتا ہے:

﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۖ﴾ (الشوریٰ: 15)

''اور (آپ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔''

عدل کا تقاضا صرف عدالت سے نہیں ہے، اس کا تقاضا انسان کی انفرادی زندگی میں بھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ((إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)) ''تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے رب کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔''

عدل کا تقاضا گھر میں بھی ہے، اولاد میں بھی ہے، بیویوں میں بھی ہے، معاشرے، ریاست، سیاست، معیشت اور معاشرت میں بھی ہے۔ آج معاشرے میں نکاح کو انتہائی مشکل بنا دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے نکاح کو آسان بنانے کی تحریک چلائی۔ شروع میں یہ مشکل لگتا تھا لیکن آج الحمدللہ سینکڑوں لوگ مساجد میں نکاح پڑھواتے ہیں اور سادگی کے ساتھ رخصتی ہوتی ہے۔ خود میرا پہلا نکاح ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے پڑھایا، صبح میں درس کے لیے گیا ہوا تھا، اس کے بعد ڈاکٹر صاحبؒ کا درس ہوا، اس کے بعد گھر جا کر میں نے کپڑے تبدیل کیے اور ڈاکٹر صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ اس کے بعد میں نے ٹرین پکڑی اور ماہانہ درس کے لیے سکھر چلا گیا کیونکہ رخصتی کا معاملہ تین مہینے کے بعد تھا۔ جس دن ولیمہ تھا، اس دن بھی کراچی میں پہلے میرا درس تھا، اس کے بعد ڈاکٹر صاحبؒ کا درس ہوا اور اس کے بعد میں تیار ہو کر آ گیا اور ولیمہ ہو گیا۔ اسی طرح میری بیٹیاں بھی سادگی کے ساتھ رخصت ہوئیں کہ پتا ہی نہیں چلا۔ اصل میں ہم نے خود مشکل بنایا ہوا ہے۔ سود کی وجہ سے معاشی تباہی اور مہنگائی کا طوفان ہے، لوگوں کی زندگی اجیرن ہے، لوگ بچے قتل کر رہے ہیں، خودکشیاں کر رہے ہیں۔ اس سود کے خاتمے کے لیے تنظیم نے کتنی جدوجہد کی ہے۔ عوام کے مسائل کو ہم اپنے جرائد کے اداریوں اور مضامین میں، پریس ریلیز میں، خطبات جمعہ میں اور ہر فورم پر اُجاگر کرتے ہیں۔ ان سارے مسائل کا حل دین کے غلبے میں ہے اور اس کی جدوجہد کی بات جب ہم کرتے ہیں تو لوگوں کے سلگتے ہوئے مسائل پر بھی بات ہوتی ہے۔ جس رب نے ہم سب کو پیدا کیا ہے، اُسی کا دیا ہوا نظام نافذ ہوگا تو سب مسائل حل ہوں گے۔ فرمایا:

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۗ﴾ (الملک: 14)

''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟''

اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ ہمارے مسائل کا حل کس میں ہے۔ اللہ نے اپنے دین کو رحمت بنا کر نازل کیا، اس سے دوری کی وجہ سے سب مسائل ہیں۔ اس انداز سے ہم لوگوں کو دعوت پیش کریں گے تو دعوت موثر ہوگی۔ ان شاء اللہ!

سوال: کیوں نہ امیر تنظیم اسلامی اسلام آباد کو اپنا مرکز بنائیں تاکہ وہاں سے حکمرانوں کو بھی دعوت دی جا سکے۔ (محمد شہزاد بٹ اور شیخ طلحہ، حلقہ پوٹھوہار)

امیر تنظیم اسلامی: گزشتہ کچھ عرصہ سے ہمارے بعض رفقاء کی جانب سے یہ تجویز آتی رہی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتا ہے:

﴿اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾﴾ (طٰہٰ)

''اب تم جاؤ فرعون کی طرف، وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔''

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کے سرداروں کو دعوت پیش کی، بادشاہوں کو دعوت پیش کی۔ اسی تناظر میں یہ تجویز آتی ہے کہ امیر تنظیم کو یا تنظیم کو اسلام آباد کو اپنا مرکز بنانا چاہیے۔ اصولی طور پر یہ بات ٹھیک ہے کہ ہمیں ہر طبقے کو دعوت دینی چاہیے۔ لیکن ہم اس بات کو بھی بھول نہ جائیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت پیش کی تو صدیق اکبرؓ پہلے دن ایمان لائے، ام المومنین حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں، حضرت علیؓ کم سن تھے، وہ بھی ایمان لائے، حضرت زیدؓ ایمان لائے۔ مقتدر طبقات کو بھی دعوت دینی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عوام کو بھول جائیں۔ ہم نے عمران خان سے بھی ملاقات کی اور ان تک دعوت پہنچائی، ان کے سامنے سود کے خاتمے اور دین کے نفاذ کی بات رکھی۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ جب وہ وزیراعظم تھے تو انہوں نے ملاقات کا وقت نہیں دیا، بعد میں جب وہ وزیراعظم نہ رہے تو وقت دیا۔ اسی طرح ہم نے موجودہ وزیراعظم صاحب سے بھی ملاقات کی درخواست دے رکھی ہے، دین کی دعوت پہنچانے کے لیے ہم سیاستدانوں کو، حکمرانوں کو، عدلیہ کے ججز کو، صحافیوں کو اور ہر طبقہ کے ذمہ داران کو خطوط بھی لکھتے ہیں، وزیراعظم کو بھی ہم نے خط لکھا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنے خطاب جمعہ میں کھل کر بات کرتے تھے اور وہ حکومتوں تک پہنچتی بھی تھی۔ آج بھی ہر بات حکمرانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم اللہ سے دعا بھی کرتے ہیں کہ وہ حکمرانوں کے دل نرم کر دے تاکہ وہ حق بات پر غور کر سکیں، شریعت کے نفاذ کی کوشش کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو 25 کروڑ عوام کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ہمیں اقتدار نہیں چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کوئی بھی اسلام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرے ہم اس کے ساتھ ہوں گے ان شاء اللہ۔ گزشتہ دنوں کراچی میں وزیر مملکت ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی سے ملاقات ہوئی تو وہاں بھی ہم نے نظام تعلیم کے حوالے سے اور قرآن پاک کے نسخوں کو پاک کرنے کے حوالے سے بات کی۔ اس طرح جہاں بھی موقع ملے گا ہم حکمرانوں تک بات پہنچائیں گے اور اس کے لیے کسی خاص مقام کو مرکز بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: اقامت دین کیا محض حکومت الٰہیہ کا قیام ہی ہے؟ جو لوگ دین کے بنیادی عقائد و عبادات پر کام کر رہے ہیں کیا وہ اقامت دین نہیں ہے؟ (محمد فیصل، کراچی جنوبی)

امیر تنظیم اسلامی: عقائد اور عبادات کا تعلق انفرادی فرائض سے اور اقامت دین کی جدوجہد کا تعلق اجتماعی فرائض سے ہے۔ دونوں ادا کرنا ضروری ہیں۔ پہلے ہمیں اپنے عقائد کی اصلاح کرنی ہے، عبادات کو بجالانا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنا ہے، اخلاقی رویہ درست کرنا ہے اس کے ساتھ دوسروں کو دعوت بھی دینی ہے اور اقامت دین کی جدوجہد بھی کرنی ہے۔ ایک بندہ نماز ادا نہیں کر رہا، وہ کہتا ہے کہ یہ صیہونی سازش ہے، کوئی چوری کر رہا ہے اور کہتا ہے یہ امریکہ کی سازش ہے۔ یہ خرابی بنیادی طور پر اپنے اندر موجود ہے۔ پہلے اپنے اندر کو ٹھیک کرنا ہے۔ جہاں دین کو فوری نافذ کرنے کا ہمارے پاس اختیار ہے وہاں فوری نافذ کرنا اور جہاں نافذ کرنے کے لیے ہمارے پاس اختیار نہیں ہے وہاں ہمیں جدوجہد کرنی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ مثال دیا کرتے تھے کہ اگر میں اپنے پانچ، چھ فٹ کے وجود پر اسلام کو نافذ نہیں کر سکتا جہاں میرا اختیار ہے تو میں دنیا میں دین کے غلبے کی بات کس منہ سے کروں گا؟ اللہ کی حکومت پہلے اپنے وجود پر قائم ہوگی، اس کے بعد معاشرے پر دین کے غلبے کی بات ہوگی۔ اسلام ہر سطح پر اپنے نفاذ کا تقاضا کرتا ہے:

﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۖ﴾ (البقرۃ: 208)

''اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

جو لوگ صرف عقائد کی اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں اور فقط عبادات تک اپنی محنت کو محدود رکھے ہوئے ہیں وہ بھی اقامت دین کا کام کر رہے ہیں مگر وہ جزوی کام ہے۔ انہیں اجتماعی سطح پر بھی دین کے نفاذ کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ 14 صدیوں سے اُمت اقامت دین کی جدوجہد کو فرض مانتی آئی ہے۔ اقامت دین کے دونوں پہلوؤں میں توازن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی میں مواخات کا پرچار کیا جاتا ہے؟ کیا اس کا کسی رفیق نے عملی ثبوت بھی دیا ہے؟ (محمد افضل، لاہور شرقی)

امیر تنظیم اسلامی: مواخات کا ایک تصور تو ہم ہجرت مدینہ کے بعد انصار اور مہاجرین کے مابین دیکھتے ہیں۔ وہ مواخات کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ اس لیول تک تو ہم نہیں پہنچ سکتے۔ البتہ تنظیم کی سطح پر ہم تقاضا کرتے ہیں کہ دو دو رفقاء کے درمیان ربط رہے تاکہ اُسرے کا انعقاد ہو، حلقہ قرآنی ہو یا تنظیم کا کوئی بھی پروگرام ہو، اُس میں ایک دوسرے کو ساتھ لے کر جائیں۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے کے مسائل، معاملات اور مشکلات سے آگاہ رہیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ کراچی میں ہمارے ایک رفیق کا بیٹا ہسپتال میں داخل تھا، اس کے پاس ٹھہرنے کا سوال پیدا ہوا تو رفقاء نے آٹھ آٹھ گھنٹے کی ذمہ داریاں لے لیں۔ ہر آٹھ گھنٹے بعد دوسرا رفیق وہاں ٹھہرتا تھا اور پہلا واپس چلا جاتا تھا۔ اسی طرح ہمارے ایک رفیق کی اہلیہ اسپتال میں داخل تھیں تو مقامی تنظیم کے ذمہ داران کی گھر کی خواتین نے باری باری وہاں مریضہ کے پاس رہنے کی ذمہ داری نبھائی۔ ہمارے معاشرے میں بیوہ کے نکاح اور یتیم بچوں کی پرورش بھی ایک بڑا مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔ لیکن تنظیم میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی رفیق کا انتقال ہو گیا تو عدت کے بعد اس کی بیوہ سے نکاح کیا اور اس کے یتیم بچوں کی پرورش بھی کر رہا ہے۔ ؏

اپنی دنیا آپ پیدا کر گر زندوں میں ہے

ہم خود بدلیں گے تو معاشرہ خود بخود بدل جائے گا۔ اسی معاشرے میں طلاقوں کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ تنظیم کی سطح پر کوشش کی جاتی کہ میاں بیوی میں صلح ہو جائے اور گھر بکھرنے سے بچ جائے۔ جہاں ایسا معاملہ پیش آتا ہے تو مقامی امیر، نقیب، رفقاء مل کر صلح کی کوشش کرتے ہیں اور الحمدللہ! کئی گھر اُجڑنے سے بچ گئے۔ امام الانبیاء ﷺ نے بھی یہ کام کیے ہیں۔ ایک مرتبہ مسکراتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! آج کیا خاص بات ہے۔ فرمایا: آج ایک گھر کو بکھرنے سے بچا کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: اسلام میں حکمران منتخب کرنے کا کیا طریقہ ہوگا، یعنی خلیفہ کا کیا معیار ہوگا، کیا کرپشن کے امکانات نہیں ہوں گے؟ (ریاض احمد حلقہ مالاکنڈ)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی معروف معنوں میں کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے اور ہمارے ہاں یہ طے شدہ موقف ہے کہ انتخابی سیاست کے ذریعے انقلاب نہیں آ سکتا۔ اسلام صرف انقلابی جدوجہد کے ذریعے ہی آ سکتا ہے۔ جب ان شاء اللہ اسلام غالب ہو جائے گا تو اس کے بعد خلیفہ کا انتخاب، انتخابات کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے خطبات خلافت میں یہ بات واضح کی ہے کہ انقلاب آنے کے بعد انتخابات کا معاملہ کیسے ہوگا۔ یہ بھی طے کیا جائے گا کہ اس انتخاب کا معیار کیا ہوگا؟ خلیفہ کی مدت کتنی ہوگی؟ ان امور کو باہمی مشاورت سے طے کیا جائے گا جیسا کہ قرآن میں اللہ نے حکم دیا ہے:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠﴾ (الشوریٰ: 38)

''اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔''

ڈاکٹر اسرار احمدؒ ایک اہم نکتہ یہ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے زیادہ ہدایات فرد کی انفرادی زندگی کے معاملات کے حوالے سے دی ہیں۔ اس سے ذرا کم خاندانی نظام کے لیے ہیں، اس سے بھی کم معاشرتی نظام کے لیے ہیں، اس سے بھی کم معاشی نظام کے لیے اور پھر سب سے کم ہدایات سیاسی نظام کے لیے دی ہیں تاکہ ہر زمانے کے انسان اپنے عہد کے جدید مسائل اور مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے باہمی مشاورت سے معروف اور حلال کے دائرہ کے اندر اندر اپنا سیاسی نظام تشکیل دے سکیں۔ سیاسی نظام کے حوالے سے سب سے اہم اور بڑا تقاضا شوریٰ کے حوالے سے کیا گیا ہے، اس کی تشریح احادیث میں بھی آئی ہے۔ پھر خلفائے راشدین کے دور میں اس کی عملی شکل بھی ہمارے سامنے آئی۔ مشورہ عوام سے بھی کیا گیا۔ صرف ایک شرط مقرر کی گئی کہ آپ کتاب وسنت کے خلاف کوئی مشورہ یا رائے قائم نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ سورۃ الحجرات میں تقاضا آیا:

﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات:1)

''مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے۔''

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس کے ذیل میں ایک خوبصورت نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے اشارے خود رسول اللہ ﷺ نے دے دیئے تھے جیسا کہ 9 ہجری کے حج کا امیر آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو مقرر فرمایا۔ پھر ان کی خلافت پر سب کا اتفاق بھی ہو گیا۔ دوسرے خلیفہ کا انتخاب پہلے خلیفہ نے کیا۔ تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لیے دوسرے خلیفہ نے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی۔ یہ تینوں طریقے بظاہر الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے ایک سے زیادہ طریقے ہو سکتے ہیں۔ تاہم کوئی طریقہ یا انتخاب کتاب وسنت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے اور دوسرا تقاضا یہ کیا گیا کہ فیصلہ باہمی مشاورت سے ہونا چاہیے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خلیفہ کے انتخاب کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ جہاں تک کرپشن کی بات ہے تو اللہ کی شریعت میں اس کی جو سزائیں ہیں ان کا نفاذ ہونا چاہیے۔ اگر چین میں کرپشن کرنے والوں کو پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے تو مسلمانوں کو کیوں شرعی سزائیں نافذ کرنے میں ہچکچاہٹ ہے۔

سوال: جب ہم اسرہ، درس قرآن یا کسی بھی دینی اجتماع میں شریک ہوتے ہیں تو خود کو بدلنے کے لیے موٹیویٹڈ ہوتے ہیں لیکن وہاں سے اُٹھ کر باہر جاتے ہی پہلے جیسے ہو جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے اور حل بھی بتائیں؟ (عبدالوہاب، سرگودھا)

امیر تنظیم اسلامی: یہی سوال حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((ساعةً وساعةً)) یعنی ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے اور ہر ساعت ایک جیسی نہیں ہو سکتی۔ ترجمانی کرتے ہوئے میں عرض کرتا ہوں کہ ہم انسان ہیں فرشتے نہیں۔ انسان کی فطرت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ تاہم اس مسئلے کا ایک قریب ترین حل یہ ہے کہ دینی مجالس سے مستقل جڑے رہیں، اُسرہ، حلقہ قرآنی، گھریلو اُسرہ، تنظیمی و دعوتی پروگراموں میں خود کو مصروف رکھیں تو ان شاء اللہ ایمانی کیفیت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ قرآن میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۱۹﴾ (التوبہ:119) ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو۔''

برف والی دکان پر بیٹھیں گے تو کچھ نہ کریں ٹھنڈک مل جاتی ہے، پرفیوم کی دکان کے پاس سے گزریں تو کچھ نہ کچھ خوشبو مل جائے گی۔ نیک لوگوں کی

محفلوں میں بیٹھیں گے تو خیر ملے گا۔ باجماعت نماز کی فضیلت زیادہ کیوں ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نیکی کے ماحول سے قربت رہے۔ جب کوئی دینی پروگرام یا محفل میسر نہ ہو تو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ویڈیو خطاب سن لیں، قرآن کی تفسیر پڑھ لیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے حقیقت نفاق کے موضوع پر کئی اہم خطاب کیے ہیں جو آڈیو، ویڈیو اور کتابی شکل میں بھی موجود ہیں۔ ان سے استفادہ کریں۔

سوال: کیا تنظیم سے ناراض ہو کر چلے جانے والے پرانے ساتھیوں کو واپس لانے کی کوشش کی جا سکتی ہے؟ (محمد اذان، کراچی جنوبی)

امیر تنظیم اسلامی: اس کی مثالیں الحمدللہ موجود ہیں کہ جو رفقاء تنظیم چھوڑ گئے تھے ان میں سے کئی واپس آئے اور انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی کی ایک مستقل پالیسی ہے کہ جو بھی رفیق تنظیم چھوڑ کر جائے گا، اس کے خلاف ہم کوئی بات نہیں کریں گے۔ تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کے لیے چند بنیادی تقاضے ہیں:

☆ ایک یہ کہ عقائد اہل سنت والجماعت والے ہوں۔
☆ دوسرا: تنظیم کی بنیادی فکر سے متفق ہو۔
☆ تیسرا: تنظیم کے طریقہ کار اور منہج سے متفق ہو۔
☆ نمبر چار: امیر تنظیم پر ذاتی طور پر اعتماد ہو۔

یہ چار چیزیں ہوں تو کوئی بھی تنظیم میں شامل ہو سکتا ہے، دوبارہ بھی شامل ہو سکتا ہے۔ ان چار بنیادی باتوں میں اختلاف ہو تو ہم اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ عقائد میں مسئلہ ہو تو ہم اہل علم سے ملاقات کروا دیتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد تو یہ ہے۔ فکر اور منہج سے اختلاف ہو تو بیٹھ کر بات چیت کر لیتے ہیں، امیر پر اعتماد کا معاملہ ہو تو پھر بات چیت سے غلط فہمی دور ہو سکتی ہے یا اصلاح ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی کوئی تنظیم چھوڑ کر جانا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نہ الجماعۃ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ تنظیم چھوڑنے والا معاذ اللہ اسلام کے دائرہ سے خارج ہوتا ہے۔ وہ اب بھی اور بعد میں بھی ہمارا مسلمان بھائی رہتا ہے۔ اس کے بعد بھی اس کی خوشی غمی میں شرکت کا معاملہ رکھا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں ہمارے ایک سابق رفیق کے عزیز کا انتقال ہو گیا تو رفقاء نے جنازے میں شرکت کی اور رفیق سے تعزیت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ اخلاص نیت کو دیکھتا ہے۔ اگر اخلاص پر رہیں گے تو یہاں نہیں تو روز آخرت تو پھر جمع ہونا ہی ہے۔

سوال: کیا یہ ممکن ہے کہ ہر حلقے کی سطح پر قرآن اکیڈمی کا قیام ہو سکے جہاں گاہے بگاہے قرآن وسنت کی روشنی میں تربیتی ورکشاپس ہو سکیں؟ (ندیم اشرف، لاہور شرقی)

امیر تنظیم اسلامی: یہ قابل تحسین جذبہ ہے تاہم حقیقت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ دو کمرے کا مکان لے کر اگر کوئی اسے قرآن اکیڈمی قرار دے لے تو لکھنے میں تو آسان ہے لیکن جس کو ہم قرآن اکیڈمی کہتے ہیں اس کے اپنے تقاضے ہیں، وہاں بہرحال کوئی مسجد کا بھی انتظام ہوگا، تعلیم وتدریس کے لیے اکیڈمک ہال بھی ہوگا، خواتین کا الگ سے انتظام ہوگا، اسی طرح ایڈمن بلاک ہوگا، دیگر تقاضے ہوں گے۔ یہ بڑا سیٹ اپ بنتا ہے۔ کہیں اللہ گنجائش دیتا ہے تو رفقاء مل کر انتظام کر لیتے ہیں لیکن ہماری جو قرآن اکیڈمیز ہیں ان کا انتظام ہمارے ہاں انجمن ہائے خدام القرآن کے ادارے کرتے ہیں جو کہ رجسٹرڈ ہیں۔ جہاں تک تربیتی کورسز اور دعوتی پروگراموں کا تعلق ہے تو وہ کسی مسجد میں بھی ہو جاتے ہیں، کسی گھر میں چالیس پچاس افراد کے بیٹھنے کی جگہ ہو تو وہاں بھی ہو جاتے ہیں۔ کوئٹہ میں ہمارے ایک رفیق کا وسیع گھر ہے وہاں تربیتی کورسز بھی ہو جاتے ہیں۔ تاہم تربیتی کورسز میں مبتدی رفقاء بھی ہوتے ہیں، ملتزم رفقاء بھی ہوتے ہیں، مدرسین اور معلمین بھی ہوتے ہیں، انتظامی معاملات بھی ہوتے ہیں ان سب امور میں انجمن ہائے خدام القرآن ہماری مدد کرتی ہیں۔ ایک دو کورسز مساجد اور گھروں میں بھی ہو جاتے ہیں، ان کے لیے اکیڈمی کا ہونا ضروری نہیں۔ انجینئر نوید احمد صاحبؒ نے کئی مرتبہ فٹ پاتھ پر بیٹھ کر درس دیا۔ اگر جذبہ ہو تو کہیں بھی دین کا کام ہو سکتا ہے۔ آج زمین پر بیٹھیں گے کل اللہ آسمان تک پہنچا دے گا، یعنی کام کو عروج دے گا۔ ان شاء اللہ!

سوال: نوجوان نسل میڈیا پر تمام مذہبی جماعتوں کو منافق کہتی ہے کیونکہ یہ اُس ظلم کے خلاف نہیں بولتے جس نے ایک سیاسی جماعت اور ایک مذہبی جماعت کو کرش کیا۔ اگر تنظیم اسلامی کے امیر ظالم کے خلاف بولنا شروع کر دیں تو بہت سے لوگ تنظیم میں شامل ہو جائیں گے؟ (محمد رفیق اختر، کراچی جنوبی)

امیر تنظیم اسلامی: مذہبی جماعتوں پر بلاجواز تنقید کرنا تو ایک ٹرینڈ بن گیا ہے۔ ایک مرتبہ پانی کی کمی بحث چلی تو لبرل طبقہ کی جانب سے کہا گیا کہ یہ کمی مولوی حضرت کی وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ وضو کرتے ہیں۔ اسی طرح موٹیویشن سپیکرز کے ہاں بھی علماء اور دینی طبقہ پر تنقید کرنا ایک ٹرینڈ بن گیا ہے۔ جہاں تک ظلم کے خلاف آواز اُٹھانے کی بات ہے تو تنظیم نے ہر سطح پر ہر ظلم کے خلاف آواز اُٹھائی ہے۔ جب مریدکے میں ایک مذہبی جماعت (تحریک لبیک) کو کرش کیا گیا تو اس وقت بھی ہم نے پریس ریلیز جاری کی، خطاب جمعہ میں بات کی کہ اُس جماعت سے نظریاتی اختلاف ہو سکتا ہے مگر جس طرح اُس کو کرش کیا گیا، وہ کاؤنٹر پروڈکٹیو ہوگا۔ پی ٹی آئی سے ہمیں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اس کے کارکنوں پر، عورتوں پر جس طرح مظالم ڈھائے گئے، جس طرح چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال کیا گیا، لوگوں کو اُٹھایا گیا، اس سے نفرتیں بڑھتی ہیں۔ بلوچستان میں مسنگ پرسنز کے معاملے پر ہم نے کئی مرتبہ بات کی کہ اگر ریاست یہ کام کر رہی ہے تو نفرتوں کے مزید بیج بو رہی ہے۔ اگر کشمیر میں کہیں ظلم ہو رہا ہے تو وہ بھی نفرتوں میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ پُرامن احتجاج قانونی حق ہے اس کو دبانا غلط طرز عمل ہے۔ اگر آپ ظلم کے خلاف بات نہیں کریں گے تو کل کس منہ سے دین کی دعوت دیں گے۔ کل ہمیں بھی کرش کیا جائے گا، ہماری بھی زبانیں بند کرنے کی بات کی جائے گی۔ جو ظلم کے خلاف بات نہیں کر رہا وہ واقعی غلط کر رہا ہے لیکن پورے دینی طبقے کو اور تمام علماء کو موردِ الزام ٹھہرانا ٹھیک نہیں ہے۔

سوال: شاید رفقاء یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جا کر ان میں شامل ہو جائیں، ان کے احتجاج اور دھرنے میں شریک ہوں؟

امیر تنظیم اسلامی: اس معاملے پر کئی مرتبہ پہلے بھی مشاورت ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں ظلم کوئی ایک طرح کا نہیں ہے۔ کراچی میں روز لاشیں گرتی تھیں تو وہ بھی غلط تھا، آزاد کشمیر میں گریں تو تب بھی غلط ہے، بلوچستان اور کے پی کے میں گریں تو وہ بھی غلط ہے۔ پنجاب میں گریں تو وہ بھی غلط ہے۔ اگر سوال یہ ہے کہ ہم ان کی تحریکوں کا حصہ بن جائیں، تو ہمارا اپنا جو منشور اور مقصد ہے اس سے گمراہ ہو جائیں گے۔ ہماری تحریک تو غلبہ دین کے لیے ہے۔ یہ مقصد نہ تو کسی دینی سیاسی جماعت کے مدنظر ہے اور نہ ہی کسی سیاسی جماعت کے۔ لہٰذا ہم کیوں جذباتی فیصلہ کر کے اپنی تحریک کو فراموش کر دیں۔ البتہ جہاں ظلم ہوگا وہاں ہم اس کی مذمت بھی کریں گے، ظلم کے خلاف آواز بھی اُٹھائیں گے لیکن ہمارا بنیادی فوکس اقامت دین کی جدوجہد پر رہے گا۔ جاگیردار، وڈیرے اپنی نجی جیلوں میں غریب انسانوں سے جو سلوک کرتے ہیں وہ بھی ظلم ہے، بچوں اور بچیوں کے ساتھ درندگی بھی ظلم ہے، سودی نظام کی وجہ سے قوم مقروض اور مفلوج ہو چکی ہے اور بھوک اور افلاس کے مارے لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں وہ بھی ظلم ہے۔ اشرافیہ اور بیوروکریسی نے جو

کرپشن اور لوٹ کھسوٹ مچائی ہوئی ہے وہ بھی ظلم ہے۔ کیا یہ سب مظالم ہمیں محسوس نہیں ہوتے؟ یہ سب مظالم کیسے ختم ہوں گے؟ جب ہم اس نظام کو بدلنے کی کوشش کریں گے۔ اصل میں تو اس طرف توجہ ہونی چاہیے اور الحمدللہ! تنظیم اسلامی اسی منہج کو لے کر چل رہی ہے۔

سوال: اگر موجودہ جمہوری نظام اکثریت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ جو بھی قانون بنائے وہ نافذ ہوگا تو کیا ایسی صورت میں کسی رفیق تنظیم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی کو ایسے نظام کا حصہ بنانے کے لیے ووٹ دے؟ کیا یہ اس نظام کا حصہ بننے اور اس کے تسلسل کا باعث نہیں ہوگا؟ (محمد کاشف، لاہور غربی)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم کا یہ اصولی موقف ہے کہ جمہوریت سے چلتا ہوا نظام تو چلے گا مگر بدلے گا نہیں۔ نظام صرف انقلابی جدوجہد سے بدلے گا۔ اسی وجہ سے تنظیم اسلامی انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لیتی اور اگر کوئی رفیق تنظیم انتخابی سیاست میں حصہ لے یا کسی اُمیدوار کی انتخابی مہم چلائے تو اسے تنظیم سے خارج کیا جاسکتا ہے۔ صرف ووٹ دینے کی حد تک اجازت ہے اور اس کے لیے بھی دو شرائط ہیں:

1۔ اُمیدوار ظاہری لحاظ سے فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو۔

2۔ اس کی جماعت کے منشور میں خلاف اسلام کوئی بات نہ ہو۔

سوال: کیا سٹیج پر بطور مدرس ذمہ داری تفویض کرنے کے لیے تجوید و عربی کے ٹیسٹ میں کامیابی اور نظم کی پابندی کو بنیادی شرائط سمجھا جاتا ہے اور اس پر پورا اترنے والے رفقاء ہی کو اس کی ذمہ داری دی جاتی ہے؟

(سلیم الدین، کراچی شمالی)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی کا مدرس بننے کے لیے تجوید اور عربی گرائمر کا ٹیسٹ پاس کرنا، ملتزم رفیق ہونا اور نظم کا پابند ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مدرس تنظیم کا چہرہ اور نمائندہ ہوتا ہے۔ کئی مرتبہ احباب تنظیم کے ذمہ داران کو نہیں جانتے، وہ مدرس کو جانتے ہیں۔ تجوید کا فائدہ یہ ہے کہ ہماری تلاوت حرام غلطیوں، لحن جلی سے پاک ہو جاتی ہے۔ اتنا علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان کے لیے فرض کے درجے میں ہے۔ اگر تلاوت قرآن میں غلطیاں ہوں تو سامعین کو کیا پیغام جائے گا؟ اسی طرح عربی گرائمر کا پاس ہونا بھی ضروری ہے تاکہ ترجمہ کرنے میں غلطی نہ ہو۔ اگر صرف تعلیم کے لیے قرآن کا پیغام پہنچانا مقصود ہے تو آپ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر سنا دیں، احادیث کا ترجمہ سنا دیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن درسِ قرآن کے لیے مدرس کا تجوید اور عربی گرائمر میں پاس ہونا ضروری ہے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کروانے کے لیے کچھ مزید کورسز بھی کرنے پڑتے ہیں۔ ہمارے ہاں تمام مدرسین کے لیے ہر سال ریفریشر کورسز بھی ہوتے ہیں تاکہ ہمارے مدرسین اچھے طریقے سے تنظیم کی دعوت کو پیش کر سکیں۔

سوال: تنظیم اسلامی کے امیر کے لیے مدتِ امارت کیوں مقرر نہیں ہے۔ کیا تنظیم میں انٹرنل ڈیموکریسی نہ ہونے کی کوئی خاص وجہ ہے؟ (مزمل وقار، کراچی)

امیر تنظیم اسلامی: پہلی اصولی بات یہ ہے کہ ہماری تنظیم بیعت کی بنیاد پر قائم ہے۔ بیعت کی سنت اللہ کے رسول ﷺ نے عطا فرمائی اور خلفائے راشدین کی خلافت بھی بیعت کی بنیاد پر منعقد ہوئی۔ جب تک خلیفہ راشد کا انتقال نہ ہو جاتا تو اگلے خلیفہ کی خلافت کا انعقاد نہیں ہوتا تھا۔ یعنی خلافت کا تصور تاحیات تھا۔ بانی تنظیم اسلامیؒ کے دور سے ہی اس موضوع پر بحث ہوتی رہی ہے۔ ہم نے یہی اصول خلافت راشدہ سے اخذ کیا ہے۔ تاہم جب اسلامی نظام قائم ہو جائے گا تو پھر اکثریت کی رائے سے امارت کی مدت، انتخاب کا طریقہ کار وغیرہ طے کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب تک نظام قائم نہیں ہو جاتا تب تک ایک ہی امیر کی بیعت رہے گی، اگر دوسرا فرد اپنا جتھا بنا کر امیدواری کرے گا تو جماعت منتشر ہو جائے گی۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کے مقابلے میں آجائے گا۔ آپس کی سر پھٹول جماعت کو اصل ہدف سے دور لے جائے گی۔ جبکہ بیعت کے نظام میں صرف ایک امیر کی بیعت ہوگی اور جماعت منتشر نہیں ہوگی۔ ❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(5 تا 10 نومبر 2026ء)

جمعرات 05 نومبر: صبح لاہور آمد ہوئی۔ مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ سہ پہر میں شعبہ تعلیم و تربیت، شام میں شعبہ نظامت، بعد نماز مغرب شعبہ نشر و اشاعت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 06 نومبر: دن میں قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں جاری رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ کے ساتھ سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد ازاں مشیر خصوصی جناب ایوب بیگ مرزا سے مختصر ملاقات ہوئی۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ارشاد فرمایا۔ بعد از نماز جمعہ، دفتر مرکزی شعبہ نشر و اشاعت قرآن اکیڈمی لاہور میں لاہور چیمبر آف کامرس سے متعلق دو احباب سے ملاقات کی۔ ملاقات میں ناظم اعلیٰ صاحب اور امیر حلقہ لاہور شرقی بھی ساتھ تھے۔

ہفتہ 07 نومبر: دن میں شعبہ انتظامی و قانونی امور و رابطہ اور بعد ازاں چند انتظامی امور کے حوالہ سے ایک اجلاس کی صدارت کی۔ بعد نماز عصر زون کی سطح پر منعقد ہونے والے زونل سالانہ اجتماعات کے حوالہ سے مرکز تنظیم اسلامی لاہور میں منعقدہ شرقی پاکستان زون کے اجتماع کی صدارت کی اور افتتاحی خطاب فرمایا، جو دیگر تین مقامات (اسلام آباد، کراچی اور ملتان) پر ہونے والے زونل اجتماعات کے لیے بھی براہ راست نشر کیا گیا۔

اتوار 08 نومبر: مرکز تنظیم میں جاری اجتماع کی صدارت کی۔ دن میں پروگرام "امیر سے ملاقات" میں رفقاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ یہ پروگرام بھی دیگر تین مقامات کے لیے براہ راست نشر کیا گیا۔ رات میں کراچی آمد ہوئی اور رات گئے شہر کراچی سے 60 کلومیٹر دور گھارو کے علاقہ میں منعقد ہونے والے زونز جنوبی پاکستان 1 اور 2 کے مشترکہ اجتماع کی صدارت کے لیے اجتماع گاہ آمد ہوئی۔

پیر 09 نومبر: دن میں زونز جنوبی پاکستان 1 اور 2 کے مشترکہ اجتماع کی صدارت کی۔ اختتامی گفتگو کی نیز بیعت مسنونہ و اجتماعی دعا کا اہتمام بھی کیا گیا جسے دیگر تین مقامات پر ہونے والے زونل اجتماعات کے لیے بھی براہ راست نشر کیا گیا۔

منگل 10 نومبر: ایک حبیب سے ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں ایک عالم دین سے ملاقات ہوئی جس میں امت مسلمہ بالخصوص مسئلہ فلسطین کے حوالہ سے گفتگو ہوئی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز مختلف تنظیمی امور انجام دیئے۔ متفقہ قرآنی نصاب کے حوالہ سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت و عیادت کے حوالہ سے رابطہ رہا۔

حقیقتِ نفاق

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دورۂ ابوظہبی 1985ء میں کیے گئے ایک خطاب سے ماخوذ، شائع شدہ ماہنامہ میثاق اکتوبر، نومبر 2026ء)

آج کا موضوع نسبتاً مشکل اور پیچیدہ ہے۔ اس کی اہمیت اس لیے بہت زیادہ ہے کیونکہ نفاق کے روگ اور بیماری کے انجام کے بارے میں سورۃ النساء کی آیت 145 میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ ''منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔'' یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو کفر کے مقابلہ میں نفاق سے کہیں زیادہ نفرت ہے۔ کافر تو کھلم کھلا منکر ہوتا ہے' وہ اسلام کا دعویٰ نہیں کرتا جبکہ منافق دوہرا مجرم ہے۔ اُس کا کردار آستین کے سانپ کی طرح ہوتا ہے۔ وہ اسلام کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن اسلام ہی کے خلاف سازشیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔

ہر مسلمان اپنے لیے رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کو آخری سہارا سمجھتا ہے کہ اگر حضور ﷺ ہمارے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا فرما دیں' ہماری خطاؤں کی معافی کے لیے سفارش کر دیں تو اُمید ہوتی ہے کہ یہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے' لیکن سورۃ التوبہ کی آیت 80 میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لیے یہ امید بھی ختم کر دی۔ فرمایا گیا: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ خواہ اُن کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ اُن کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے پھر بھی اللہ اُن کو ہرگز نہیں بخشے گا۔''

قرآن مجید کے ان الفاظ میں انتہائی سختی سے منافقین کی مغفرت کی تردید کر دی گئی۔ چونکہ آپ ﷺ سراپا رحمت و شفقت تھے؛ رحمت' مودت' نرمی آپؐ کی طبیعت میں گوٹ گوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لیے آپؐ کو مخاطب کر کے قرآن پاک میں دو مقامات پر یہ بھی کہا گیا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (التحریم) ''اے نبی (ﷺ!) آپؐ کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے' اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''

رسول اکرم ﷺ نے اپنے اس مزاج کی وجہ سے سورۃ التوبہ کی آیت نازل ہونے پر فرمایا تھا کہ اگر مجھے یہ امید ہوتی کہ ان کی بخشش ہو سکتی ہے تو میں 70 مرتبہ سے زیادہ استغفار کر لیتا۔ اس پر سورۃ التوبہ کی آیات 84 و مابعد نازل ہوئیں:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) ان میں سے کوئی مر جائے تو اُس کی نماز جنازہ کبھی بھی ادا نہ کریں اور اُس کی قبر پر بھی کھڑے نہ ہوں۔ یقیناً انہوں نے کفر کیا ہے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ اور وہ مرے ہیں اسی حال میں کہ وہ نافرمان تھے۔''

لہٰذا ان دو باتوں یعنی منافقین کا ٹھکانا جہنم کا سب سے نچلا گڑھا ہوگا اور منافقین کی مغفرت کسی شکل میں نہیں ہو سکتی' سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نفاق کا مرض نہایت خوف کے لائق ہے اور ہمیں اس سے بچنے کی شعوری کوشش کرنی چاہیے۔

نفاق کا اندیشہ کس کو؟

اس ضمن میں ہم مسلمان ایک مغالطے کا شکار ہیں اور وہ یہ کہ ہم سمجھتے ہیں کہ منافق کوئی علیحدہ جنس ہے' ہم تو منافق ہو ہی نہیں سکتے۔ اسی وجہ سے جب ہم قرآن حکیم میں نفاق اور منافقین سے متعلق آیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو سرسری طور پر پڑھ کر گزر جاتے ہیں' ہمارے دل لرزتے نہیں۔ ہم سوچتے ہی نہیں کہ ان آیات میں ہمارا کوئی ذکر بھی ہو سکتا ہے۔ اسی سوچ کی وجہ سے ہم اپنا محاسبہ نہیں کرتے اور ان آیات کی تاثیر سے محروم رہتے ہیں۔ نہ آنکھیں نم ہوتی ہیں اور نہ ہی دل نرم پڑتے ہیں' جب کہ ان ہی آیات کو جب صحابہ کرام ؓ پڑھتے تھے تو کانپ جاتے تھے۔ ہمیں ان آیات کو پڑھ کر کچھ ہوتا ہی نہیں' کیونکہ ہم نے اپنے ذہن میں اس بات کو بٹھا لیا ہے کہ ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں سے ہیں اور بخشے بخشائے ہیں۔ ہمارے اور صحابہ کرام ؓ کے اس طرزِ عمل کی برعکس کیفیت کو سمجھنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کے دو واقعات پر غور کرتے ہیں:

1) حضرت حنظلہ (بن ربیع) اسیدی ؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) حضرت ابوبکر ؓ مجھ سے ملے اور دریافت کیا: ''حنظلہ! آپ کیسے ہیں؟'' میں نے کہا: ''حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔'' (حضرت ابوبکر ؓ نے) کہا: ''سبحان اللہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپؐ ہمیں جنت اور دوزخ کی یاد دلاتے ہیں' حتیٰ کہ ایسا لگتا ہے گویا ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے نکلتے ہیں تو بیویوں' بچوں اور کھیتی باڑی (اور دوسرے کام کاج) کو سنبھالنے میں لگ جاتے ہیں اور بہت سی چیزیں بھول بھلا جاتے ہیں۔'' حضرت ابوبکر ؓ نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہی کچھ ہمیں بھی پیش آتا ہے۔'' پھر میں اور حضرت ابوبکر ؓ چل پڑے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی: ''اللہ کے رسول ﷺ! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کیا معاملہ ہے؟'' میں نے عرض کی: ''اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپؐ کے پاس حاضر ہوتے ہیں' آپؐ ہمیں جنت اور دوزخ کی یاد دلاتے ہیں' تو حالت یہ ہوتی ہے گویا ہم (جنت اور دوزخ کو) اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' اور جب ہم آپؐ کے ہاں سے باہر نکلتے ہیں تو بیویوں' بچوں اور کام کاج کی دیکھ بھال میں لگ جاتے ہیں' ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: ''اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت میں رہو جس طرح میرے پاس ہوتے اور ذکر میں لگے رہو تو تمہارے بچھونوں پر اور تمہارے راستوں میں فرشتے (آ کر) تمہارے ساتھ مصافحے کریں'

لیکن اے حنظلہ! کوئی گھڑی کسی طرح ہوتی ہے اور کوئی گھڑی کسی (اور) طرح۔" (رواہ مسلم)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت حنظلہ ؓ کو اطمینان دلایا کہ یہ نفاق نہیں ہے۔ باقی تمہاری ایمان اور یقین کی جو کیفیت میری صحبت میں ہوتی ہے اگر وہ دائم ہو جائے تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں میں اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ یہ کیفیت تو کبھی کبھی ہی میسر آ سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ؓ کبھی بھی اپنے آپ کو نفاق سے بالکل محفوظ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس معاملہ میں اس قدر حساس تھے کہ ہر وقت اپنا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

2) غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب مسلمانوں کا لشکر اندھیری رات میں ایک تنگ گھاٹی پر سے گزرا تو وہاں مدینہ کے کچھ منافقین رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) شہید کرنے کے لیے چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ اس تنگ جگہ سے گزرے تو انہوں نے حملہ کر دیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ جو صحابہ ؓ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمت دی اور انہوں نے اپنی لاٹھیوں کو منافقین کے اونٹوں کے منہ پر ایسے مارا کہ وہ پلٹ کر واپس بھاگ گئے۔ اگرچہ ان منافقین نے منہ پر کپڑے باندھے ہوئے تھے لیکن آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کو ان کے نام بتا دیئے کہ یہ فلاں فلاں افراد تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ ؓ کو اپنا رازدار بنانے کا شرف بخشا تھا اور آنے والے فتنوں سے متعلق اور تمام منافقین کے ناموں اور ان کے احوال سے متعلق پوری تفصیل سے ان کو آگاہ فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ ؓ کا نام صاحبُ سِرِّ النبی ﷺ (نبی ﷺ کے رازدان) مشہور ہو گیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر ؓ نے حضرت حذیفہ ؓ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھا تھا کہ مجھے صرف یہ بتا دو کہ کہیں میرا نام تو منافقین میں نہیں ہے!

ان واقعات کو سننے کے بعد ہم اپنے بارے میں غور کریں تو یہ واضح ہو گا کہ ہمارے سوچنے اور صحابہ کرام ؓ کے سوچنے کا انداز بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے کبھی اپنے آپ کو نفاق سے محفوظ نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے اور مسنون دعا کرتے تھے: ((اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ، وَ عَمَلِي مِنَ الرِّیَاءِ، وَ لِسَانِي مِنَ الْکَذِبِ، وَ عَیْنِي مِنَ الْخِیَانَۃِ، فَإِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْأَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ)) [مشکوۃ المصابیح]

"اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھوں کو خیانت سے پاک کر دے، کیونکہ تو خیانت کرنے والی آنکھوں کو جانتا ہے اور جو کچھ سینے (دل) چھپاتے ہیں (تو اسے بھی جانتا ہے)۔"

یہ کیفیت ایک بندۂ مومن کی لازماً ہونی چاہیے کیونکہ مومن ہمیشہ نفاق سے ڈرتا ہے جبکہ منافق ہمیشہ اپنے آپ کو نفاق سے محفوظ سمجھتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ ؒ کہتے ہیں: "میں نبی اکرم ﷺ کے تیس صحابہ ؓ سے ملا ہوں، ان میں سے ہر ایک کو اپنے بارے میں نفاق کا اندیشہ تھا۔ ان میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ اس کا ایمان جبریل اور میکائیل کے ایمان کی طرح ہے۔" مشہور تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے: مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ إِلَّا مُنَافِقٌ "نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو مومن ہو اور اس سے خود کو محفوظ وہی سمجھتا ہے جو منافق ہو۔" (صحیح بخاری)

یعنی مومن کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ کہیں مجھ پر نفاق کا حملہ نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جس کے پاس دولت ہوتی ہے اُسے ہی چوری کا ڈر ہوتا ہے، جس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں تو اُسے چوری کا ڈر بھی نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح جس کے پاس ایمان کی دولت ہو گی، اُسے نفاق کا بھی خوف ہوتا ہے لیکن جس کے پاس ایمان ہی نہیں تو اُسے نفاق کا کیا خوف ہو گا! گویا صرف صاحب ایمان کو اپنے بارے میں نفاق کا خوف ہوتا ہے جبکہ منافق اپنے آپ کو نفاق سے بالکل محفوظ سمجھتا ہے۔

الحمد للہ ہم منافق نہیں ہیں، لیکن ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارا نفاق سے کوئی تعلق نہیں اور ہم تو منافق ہو ہی نہیں سکتے۔ آج کی کیفیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ضرور ادا کریں لیکن یہ جان لیں کہ یہ بیماری کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہمیں ہمیشہ اپنی دلی کیفیت اور طرزِ عمل کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے نفاق سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نفاق دراصل کیا ہے! اس بیماری کی علامات کیا ہیں؟ اس کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟

نفاق کی علامات

اس حوالہ سے دو احادیث مبارکہ پیش کی جا رہی ہیں:

◄ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (2) جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے۔ (3) جب اُس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔" (متفق علیہ)

یہ الفاظ بخاری و مسلم دونوں کے ہیں۔ آگے جو الفاظ ہیں، وہ مسلم شریف میں مزید اضافہ ہے: ((وَإِنْ صَامَ وَ صَلّٰی وَ زَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ)) "خواہ ایسا شخص نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔"

◄ دوسری حدیث بھی متفق علیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ چاروں ہوں گی وہ تو خالص (کٹر) منافق ہو گا، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو گی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے: (1) جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے، خیانت کرے۔ (2) جب بات کرے، جھوٹ بولے۔ (3) جب وعدہ کرے، خلاف ورزی کرے۔ (4) جب کسی سے جھگڑ پڑے تو آپے سے باہر ہو جائے (یعنی اس کے جذبات بے قابو ہو جائیں اور وہ گالم گلوچ پر اتر آئے۔)" (متفق علیہ)

یہ منافقین کی چار خصلتیں ہیں۔ اگر کسی میں چاروں ہوں تو وہ پکا منافق ہے، اگر ایک ہو تو اسی نسبت سے منافق ہو گا۔ اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہاں بتایا گیا ہے کہ چار صفات کی وجہ سے سو فیصد منافق ہوا اور ایک صفت کی وجہ سے پچیس فیصد۔ پس اسی طرح اگر دو صفات ہوں گی تو پچاس فیصد اور تین ہوں گی تو پچھتر فیصد منافق ہوا۔ (جاری ہے) ❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ لاہور سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم، عمر 40 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، پرائیویٹ ملازمت، کو نکاح ثانی (پہلی اہلیہ سے بوجوہ علیحدگی) کے لیے دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ مطلوب ہے۔ بیوہ یا مطلقہ خاتون قابل قبول ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4974115

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

AI کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو، اسے بنانے اور استعمال کرنے والوں کے لیے سخت احتساب اور نگرانی کے موثر نظام ناگزیر ہیں: ڈاکٹر اسرار علی

مصنوعی ذہانت کی آمد سے زندگی کے وہ تمام شعبے جن کا دارومدار انسانی ذہن اور فکری صلاحیتوں پر ہے، سب سے زیادہ متاثر ہوں گے: حمزہ شاہد

AI انسانی آزادیوں کے لیے سنگین خطرہ ہے کیونکہ اسے چلانے والے ادارے اور افراد اثر انداز ہونے کا انتہائی طاقتور ذریعہ حاصل کر چکے ہیں: فضل باسط

اے آئی کبھی بھی انسانی ذہانت کی جگہ نہیں لے سکتی: ذیشان محمود

مصنوعی ذہانت: توقعات، خدشات اور حل

میزبان: آصف حمید

میزبان: آج ہماری گفتگو کا موضوع مصنوعی ذہانت کے دور میں فکر و عمل کی حفاظت ہے۔ آج AI ایک مرکزی موضوع بن چکا ہے۔ جو AI کے بارے میں نہیں جانتا اس کے علم میں بھی اس طرح کی بات ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی عفریت آ گیا ہے جو انسانی زندگیوں کو متاثر کر رہا ہے۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے لوگ اس پر انحصار کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے اچھے کام بھی لے رہے ہیں لیکن اکثر غلط کاموں میں بھی ملوث پائے گئے ہیں۔ جیسا کہ جعلی آڈیو اور ویڈیوز کا معاملہ بھی سامنے آ رہا ہے۔ آج کی ہماری اس نشست کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے رفقا اور احباب AI کے اچھے اور برے اثرات سے آگاہ ہو جائیں اور انہیں سادہ اور بنیادی معلومات حاصل ہو جائیں کہ وہ اسے اچھے کاموں کے لیے استعمال بھی کر سکیں۔ گفتگو کے لیے آج ہمارے ساتھ موجود ہیں محترم ذیشان محمود جو کہ ہمارے سینئر رفیق تنظیم ہیں اور سافٹ ویئر انجینئر بھی ہیں، ماشاء اللہ تین سافٹ ویئر کمپنیاں چلا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ دوسرے پینلسٹ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کورنگی کے امیر محترم ڈاکٹر اسرار علی ہیں جو کہ اقراء یونیورسٹی میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں، کمپیوٹر سائنس میں ان کی پی ایچ ڈی ہے اور AI کے حوالے سے خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ محترم فضل باسط بھی ہمارے ساتھ موجود ہیں جن کا تعلق پشاور سے ہے۔ پشاور کی FAST یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، سافٹ ویئر کا تجربہ بھی رکھتے ہیں، تنظیم اسلامی کے حلقہ خیبر پختونخوا کے ناظم تربیت بھی ہیں اور 22 سال سے درس و تدریس میں مصروف ہیں۔ محترم حمزہ شاہد بھی آج ہمارے ساتھ شریک گفتگو ہوں گے جو کہ انجمن خدام القرآن اسلام آباد کے صدر ہیں۔ 22 سال سے سافٹ ویئر انڈسٹری میں کام کر رہے ہیں اور تنظیم اسلامی کے تحت جوای آر پی کا کام ہو رہا ہے اس کو لیڈ کر رہے ہیں۔

سوال: مصنوعی ذہانت یعنی آرٹی فیشل انٹیلی جنس کیا چیز ہے۔ اس کا مختصر تعارف کرا دیں؟

ڈاکٹر اسرار علی: آرٹیفیشل انٹیلی جنس آج ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جو بہت تیزی سے ترقی کر رہی ہے جسے شارٹ ٹرم میں ہم AI کہہ دیتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ ایک کمپیوٹر ٹیکنالوجی ہے جو مشینوں کو انسانوں کی طرح کچھ کام کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم AI سافٹ ویئرز کو بڑی مقدار میں ڈیٹا فراہم کرتے ہیں، پھر مشین لرننگ کے ذریعے ان کی ٹریننگ ہوتی ہے، پھر وہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

اس ڈیٹا میں سے مختلف نمونوں کو شناخت کرنا سیکھ لیتے ہیں اور پھر ان کو جب ٹیسٹ کیا جاتا ہے تو ان کی تشخیص ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ نئے ڈیٹا کو دیکھ کر اسی انداز سے پیٹرن کو ریکگنائز کر کے کچھ جوابات دیتے ہیں۔

سوال: یہ مشین لرننگ کیا چیز ہے؟

ڈاکٹر اسرار علی: یہ AI کی وہ شاخ ہے جس میں مشینوں کو ڈیٹا کے ذریعے تربیت دی جاتی ہے تاکہ وہ انسانوں کی طرح تجربے سے سیکھیں اور ہر بار پہلے سے بہتر کارکردگی دکھائیں۔ اس مقصد کے لیے مختلف الگورتھمز استعمال ہوتے ہیں، جن میں سپروائزڈ، ان سپروائزڈ اور ری انفورسمنٹ لرننگ شامل ہیں۔ آج کل کے مشہور AI ماڈلز (جیسے چیٹ جی پی ٹی، کلاڈ اور جمنائی) کو بہت بڑے پیمانے پر ڈیٹا سے پہلے ہی تربیت دی جا چکی ہے۔ یہ زبان کو ان پٹ اور آؤٹ پٹ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اب یہ ماڈلز صرف متن تک محدود نہیں رہے، بلکہ جنریٹو اے آئی کی بدولت آواز، ویڈیوز اور تصاویر بھی تیار کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے پاس نہ صرف بہت زیادہ معلومات اور پروسیسنگ پاور ہے، بلکہ یہ صارفین کو مطمئن کرنے کے لیے بہترین انداز میں جواب بھی دیتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت ہمارے لیے ایک طاقتور مددگار ہے، اس لیے ہمیں اسے اپنا اسسٹنٹ ہی بنانا چاہیے، ماسٹر (آقا) نہیں۔

سوال: مصنوعی ذہانت کی تاریخ کیا ہے؟ کب شروع ہوئی، آج ہم اس میدان میں کہاں پر کھڑے ہیں اور مستقبل میں یہ کہاں تک جائے گی؟

فضل باسط: مصنوعی ذہانت کا باقاعدہ تعلق اگرچہ کمپیوٹر سائنس سے ہے لیکن اس کی اصل جڑیں ریاضیات میں پیوست ہیں۔ سترہویں اور انیسویں صدی میں سائنس دانوں نے حسابی اور منطق کے مسائل کو مشینوں کے ذریعے حل کرنے کے امکانات پر غور کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں چارلس بابج نے 'اینالیٹیکل انجن' کا تصور پیش کیا جسے جدید کمپیوٹر کی اولین بنیاد مانا جاتا ہے، جبکہ ایڈا اوولیس نے اس تجزیاتی انجن کے لیے پہلا الگورتھم (طریقہ کار) تحریر کیا اور دنیا کا پہلا کمپیوٹر پروگرامر کہلایا۔ ان ابتدائی کوششوں نے مستقبل کی کمپیوٹنگ کی راہ ہموار کی۔ کمپیوٹنگ کے نظریاتی اور عملی تصورات نے 1930ء سے 1950ء کی دہائی کے دوران بڑی ترقی کی۔ ایلن ٹیورنگ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مشینیں بھی مخصوص حالات میں انسانی ذہانت جیسا رویہ اختیار کر سکتی ہیں۔ انہوں نے 1950ء میں اپنا مشہور مقالہ کمپیوٹنگ مشینری اینڈ انٹیلی جنس شائع کیا اور 'ٹیورنگ ٹیسٹ' کا تصور پیش کیا تاکہ یہ جانچا جا سکے کہ آیا مشین کا رویہ انسانی ذہانت سے مشابہت رکھتا ہے یا نہیں۔ اس دور نے کمپیوٹنگ کا مضبوط بنیادی

ڈھانچہ فراہم کیا۔ مصنوعی ذہانت کا باقاعدہ آغاز 1956ء میں امریکہ میں ہونے والی 'ڈارٹ ماؤتھ کانفرنس' سے ہوا، جو اس فیلڈ کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ اس کانفرنس میں جان مکارتھی نے پہلی بار آرٹی فیشل انٹیلی جنس کی اصطلاح کو فروغ دیا۔ اس دوران سائنس دانوں نے یہ تحقیق شروع کی کہ کمپیوٹر کو انسانی ذہانت کے بعض پہلوؤں مثلاً سیکھنے، مسئلہ حل کرنے اور فیصلہ سازی کے قابل کیسے بنایا جائے۔ 1960ء سے 1990ء کی دہائی کے دوران ایسے پروگرام تیار کیے گئے جو پہلے سے متعین قواعد اور منطقی اصولوں کی بنیاد پر فیصلے کرتے تھے، جنہیں 'رول بیسڈ سسٹمز' یا 'ایکسپرٹ سسٹمز' کہا جاتا ہے۔ یہ پروگرامز کسی مخصوص شعبے میں انسانی ماہرین کے علم کی بنیاد پر مسائل حل کرتے تھے، تاہم ان کی بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ صرف پہلے سے فراہم کردہ قواعد تک محدود تھے۔ جب متوقع نتائج حاصل نہ ہوئے تو AI کے اس دور کو 'اے آئی ونٹر' کا نام دیا گیا۔ 1990ء کی دہائی سے لے کر 2010ء تک کا دور مصنوعی ذہانت کے لیے ایک بڑا عروج لے کر آیا، جس میں 'مشین لرننگ' کی اصطلاح نے زبردست مقبولیت حاصل کی۔ اس دوران کمپیوٹر کے لیے ہر کام کے الگ الگ قواعد بنانے کے بجائے ڈیٹا سے سیکھنے پر توجہ دی گئی، جہاں کمپیوٹر بڑی مقدار میں ڈیٹا فراہم کیے جانے پر اس میں موجود پیٹرنز سے سیکھ کر پیشگوئی یا فیصلہ سازی کرتا تھا۔ اسی تسلسل میں 1997ء میں آئی بی ایم کے کمپیوٹر 'ڈیپ بلو' نے شطرنج کے اُس وقت کے عالمی چیمپئن گری کاسپاروف کو شکست دے کر دنیا کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کمپیوٹر انسانی دماغ کو بھی ہرا سکتا ہے۔ اس کے بعد 2010ء سے 2020ء تک کا دور 'ڈیپ لرننگ' اور نیورل نیٹ ورکس کے نام رہا۔ اس دوران گرافکس پروسیسنگ یونٹس کی ترقی نے بڑی مقدار میں ڈیٹا پر تیز رفتار ٹریننگ کو ممکن بنایا۔ 2012ء میں 'ایلیکس نیٹ' کی تصویری شناخت کے میدان میں کامیابی کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد 2017ء میں ایک بہت بڑا پیراڈائم شفٹ آیا جب 'ٹرانسفارمر ماڈلز' متعارف ہوئے، جنھوں نے جدید لارج لینگویج ماڈلز کی ترقی کی بنیاد رکھی۔ آج ہم جس دور میں داخل ہو چکے ہیں وہ 2020ء کے بعد کا 'جنریٹو اے آئی' کا دور ہے۔ اس دور میں مصنوعی ذہانت صرف ڈیٹا کے تجزیے تک محدود نہیں ہے، بلکہ نیا مواد تخلیق کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جنریٹو اے آئی اور ایل ایل ایم کی بدولت تحریری مواد، تصاویر، آواز، ویڈیوز اور پروگرامنگ کوڈ اب خود بخود تیار کیے جا رہے ہیں۔ آج چیٹ جی پی ٹی، کلاڈ اور جمنائی جیسے ٹولز نے روزمرہ کی تعلیم، تحقیق اور کاروبار کو یکسر بدل دیا ہے، اور یہ ٹیکنالوجی مسلسل تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

سوال: AI سے آج جو کام لیے جا رہے ہیں، ان کی وجہ سے اس کا دائرہ کار بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ کیا یہ مستقبل میں انسانی ذہانت کو بھی مات دے دے گا یا انسانی ذہانت کا متبادل بن جائے گا؟

ذیشان محمود: یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہوگا کہ

> **1997ء میں آئی بی ایم کے کمپیوٹر 'ڈیپ بلو' نے شطرنج کے اس وقت کے عالمی چیمپئن گری کاسپاروف کو شکست دے کر دنیا کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کمپیوٹر انسانی دماغ کو بھی ہرا سکتا ہے۔**

مصنوعی ذہانت انسان کا مکمل متبادل بن جائے گی۔ موجودہ دور میں دیکھا جائے تو اس کا سادہ جواب نفی میں ہے، کیونکہ AI کبھی بھی انسانی ذہانت کی جگہ نہیں لے سکتی۔ انسان کے پاس اس کا پیشہ ورانہ تجربہ، جذبات، اخلاقیات اور حالات کے عین مطابق فوری فیصلہ کرنے کی جو صلاحیت ہوتی ہے، وہ AI میں مفقود ہے۔ اگرچہ انڈسٹری کے بڑے رہنما 'AGI' اور اس سے بھی آگے 'ASI' بنانے کے دعوے کر رہے ہیں، لیکن اس منزل تک پہنچنے میں کتنا وقت لگے گا، یہ ایک الگ بحث ہے۔ تاہم، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ AI بہت سے مخصوص اور روزمرہ کے کاموں میں انسان کا موثر متبادل ضرور بن چکی ہے۔ آج ابتدائی تحریریں تیار کرنے، تراجم کرنے، اور کاروباری کسٹمر سپورٹ کے شعبے میں اس کا بھرپور استعمال ہو رہا ہے۔ خاص طور پر سافٹ ویئر انجینئرنگ جیسے شعبوں میں کوڈنگ، ڈیٹا تجزیے اور رپورٹس بنانے کے لیے AI سے بڑے پیمانے پر مدد لی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود، اس پورے عمل میں ہیومن ان دی لوپ کا عنصر ہمیشہ موجود رہتا ہے، یعنی کسی بھی مرحلے پر انسان کو مکمل طور پر اس عمل سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔

سوال: اے آئی ہماری زندگی کے کون کون سے شعبوں کو متاثر کر رہی ہے؟

حمزہ شاہد: اگر ہم سازشی تھیوریز کو ایک طرف رکھ کر خالصتاً کاروباری نقطۂ نظر سے سوچیں، تو یہ سمجھنا اہم ہے کہ پچھلی کئی دہائیوں سے بڑی کارپوریشنز اور ٹیک کمپنیاں زیادہ تر ان لوگوں کو کھپاتی رہی ہیں جو اپنی ذہنی صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مینول لیبر کے مقابلے میں ان ذہنی صلاحیتوں کے حامل افراد کو بھاری معاوضہ دینا پڑتا ہے۔ ہر بزنس مین کی اولین ترجیح اپنی لاگت کو کم کرنا اور پرافٹ کو بڑھانا ہوتی ہے، اس لیے بڑی ٹیک کمپنیاں سب سے پہلے ان کاموں کو AI کے سپرد کر رہی ہیں جو اب تک انسانی ذہن سے لیے جاتے تھے۔ لہٰذا، یہ ضروری نہیں کہ AI فوری طور پر انسانی ذہانت کا مکمل متبادل بن جائے، لیکن کاروباری دنیا میں کاسٹ کٹنگ کی اس دوڑ کے تحت یہ عمل مرحلہ وار آگے بڑھ رہا ہے، جہاں سب سے پہلے ان شعبوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے جو لاگت کم کرنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہیں۔

میزبان: اس میں دو رائے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ انسانی ذہانت ہمیشہ اپنی اصل اور برتری برقرار رکھے گی، لیکن جہاں تک میموری کپیسٹی اور معلومات کے ذخیرے کا تعلق ہے، تو وہاں مصنوعی ذہانت کو واضح برتری حاصل ہے۔ انسان کی یادداشت کی ایک طبعی حد ہوتی ہے اور وہ ہر وقت ہر چیز کو یاد نہیں رکھ سکتا، جبکہ AI کے پاس دنیا جہاں کی معلومات کا ایک ایسا سمندر جو ہر وقت قابلِ دسترس اور پلک جھپکتے ہی قابلِ استفادہ ہوتا ہے، اُس کا انسان کے ساتھ براہِ راست کوئی مقابلہ نہیں۔

حمزہ شاہد: زندگی کے وہ تمام شعبے جن کا دارومدار انسانی ذہن اور فکری صلاحیتوں پر ہے، مصنوعی ذہانت کی آمد سے بالآخر سب سے زیادہ متاثر ہوں گے۔ کاروباری دنیا کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ اولین ترجیح کے طور پر ان کاموں کو AI کے سپرد کر دیا جائے جو اب تک انسانی دماغ سے لیے جاتے تھے۔ اس کی ایک واضح مثال دنیا کے دس سرفہرست ارب پتی ہیں، جن میں سے بیشتر ٹیکنالوجی کمپنیوں کے مالکان، سی ای اوز اور شیئر ہولڈرز ہیں۔ ان کی اولین ترجیح اپنی کمپنیوں کے منافع میں اضافہ کرنا ہے، جس کے لیے ذہنی مشقت والے کاموں کو AI سے تبدیل کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ ایک سال کے دوران انہی ٹیک کمپنیوں کی جانب سے تقریباً دو لاکھ ملازمین (جن میں اکثریت سافٹ ویئر انجینئرز اور گیمنگ ڈیولپرز کی تھی) کو برطرف کیا جانا اس بات کا ثبوت ہے۔ یہ وہ شعبے ہیں جو فوری طور پر اس تبدیلی کی زد میں آئے ہیں اور مستقبل قریب میں یہ رجحان رکتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ دوسری جانب، فی الحال وہ شعبے نسبتاً محفوظ ہیں جن میں ذہنی

مشقت کے بجائے جسمانی محنت اور ہاتھوں کے ہنر کا عمل دخل زیادہ ہے۔ اگرچہ بالآخر یہ شعبے بھی متاثر ہوں گے، لیکن ابھی اس میں کچھ وقت باقی ہے کیونکہ روبوٹکس کا شعبہ فی الحال AI کے مقابلے میں کافی پیچھے ہے اور مشینوں میں ابھی انسانی ہاتھوں جیسی نفاست اور مہارت پیدا نہیں ہو سکی۔ تاہم، جیسے جیسے روبوٹکس کی ٹیکنالوجی ترقی کرے گی، تو پھر دستی محنت والے یہ شعبے بھی آہستہ آہستہ اس تبدیلی کی لپیٹ میں آنا شروع ہو جائیں گے۔

سوال: یعنی وہ شعبے جو جسمانی محنت اور ہاتھوں کے ہنر پر منحصر ہیں ابھی AI کے اثرات سے کسی حد تک محفوظ ہیں۔ آپ اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

ذیشان محمود: اگرچہ وہ شعبے جہاں جسمانی محنت یا ہنر (جیسے پلمبنگ یا بڑھئی کا کام) کا عمل دخل ہے فی الحال روبوٹکس کی عدم دستیابی کی وجہ سے محفوظ ہیں، لیکن ان شعبوں میں بھی جہاں AI کا بھرپور استعمال ہو رہا ہے، اس پر اندھا دھند اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ AI کی ایک تکنیکی خامی ہے جسے ہیلوسینیشن یعنی فریب یا غلط بیانی کہا جاتا ہے۔ AI اکثر نہایت پراعتماد طریقے سے غلط ریفرنسز اور معلومات پیش کر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ چیٹ جی پی ٹی سمیت دیگر پلیٹ فارمز پر یہ تنبیہ بھی لکھی ہوتی ہے کہ AI غلطیاں کر سکتی ہے۔ خصوصاً حساس نوعیت کے معاملات جیسے کہ ہیلتھ کیئر میں مرض کی تشخیص یا علاج، قانونی مشورے، اور دینی، فقہی یا شرعی رہنمائی میں AI پر براہِ راست اور حتمی بھروسا کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ بعض اوقات انتہائی اعتماد کے ساتھ غلط حوالے دے جاتی ہے اور سوال کرنے پر اپنی غلطی مانتی ہے۔ اس کے علاوہ، انگلش کے مقابلے میں اردو، پشتو یا پنجابی جیسی علاقائی زبانوں میں اس کی گرفت ابھی کمزور ہے اور غلطیوں کے امکانات زیادہ ہیں۔ لہٰذا، ان تمام حساس معاملات میں AI کو محض ایک معاون کی حد تک رکھنا چاہیے، اسے کبھی بھی حتمی فیصلہ ساز تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

میزبان: جب ہم AI سے اسرائیل، اس کے باشندوں یا دنیا بھر میں پھیلائی جانے والی بدامنی اور اس کے پس منظر صیہونی سازشوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو اس کے ردعمل سے ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ AI کی معلومات کتنی پرفریب یا جانبدار ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر شعبے میں AI نے بلاشبہ اپنی جگہ بنا لی ہے اور یہ تیزی سے نفوذ کر رہی ہے، لیکن اس کے باوجود اس کی معلومات اور فیصلوں میں کمی، کوتاہی اور کسر بہرحال موجود ہے، جس کی وجہ سے اس پر مکمل اندھا دھند انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: AI کا دائرہ کار اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ اس کو بنانے والے بھی متفکر ہیں کہ یہ خطرناک کام ہو گیا ہے۔ اگر آگے جا کر یہ جن بے قابو ہو گیا تو دنیا میں کتنی تباہی آئے گی۔ اس حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر اسرار علی: AI کے حوالے سے تمام ماہرین اگرچہ خوفزدہ نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود اس کی سیکورٹی اور اخلاقیات پر کئی سنگین سوالات اُٹھائے جا رہے ہیں۔ سب سے پہلی بڑی فکر غلط معلومات کا پھیلاؤ ہے، جس کے تحت جعلی ویڈیوز، تصاویر اور من گھڑت مواد انتہائی تیزی سے تیار ہو رہا ہے۔ دوسرا بڑا مسئلہ جانبداری کا ہے۔ AI کی جیسی تربیت کی جاتی ہے یہ ویسے ہی نتائج دیتی ہے۔ مثلاً اگر اس کی ٹریننگ کسی خاص ملک یا نظریے کے آر یکٹلز پر ہو گی تو یہ اسی کے پوائنٹ آف ویو کے مطابق جواب دے گی۔ اس کے علاوہ رازداری کا خطرہ بھی ایک بڑا مسئلہ ہے کیونکہ لوگ اپنا ذاتی ڈیٹا اس پر شیئر کر رہے ہیں اور یہ واضح نہیں کہ وہ کہاں اور کیسے استعمال ہو رہا ہے۔ ان تمام تکنیکی مسائل کے ساتھ ساتھ، سب سے بڑا فکری سوال AI سسٹمز پر کنٹرول اور خودمختاری کا ہے کہ جیسے جیسے یہ ٹیکنالوجی طاقتور ہوتی جا رہی ہے، اس کا کنٹرول کس کمپنی یا ملک کے ہاتھ میں ہو گا؟ اس کے علاوہ خودکار سسٹمز میں ایمرجنسی سناپس اور مانیٹرنگ کے چیکس کا نہ ہونا بھی ایک بڑا خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین کا اصرار ہے کہ ٹیکنالوجی کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائے، اسے بنانے اور استعمال کرنے والوں کے لیے سخت احتساب اور نگرانی کے موثر ضابطے ناگزیر ہیں۔

سوال: کیا AI انسانی فکر، رائے عامہ اور معلومات کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے؟ ایسی صورت میں کیا ہم اس کے غلام بن کر رہ جائیں گے؟

فضل باسط: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک انتہائی حقیقی اور سنگین خطرہ ہے، کیونکہ AI بذات خود تو فکر کو کنٹرول نہیں کرتی، لیکن اسے چلانے والے ادارے اور افراد اثر انداز ہونے کے انتہائی طاقتور ذرائع حاصل کر چکے ہیں۔ سوشل میڈیا کے الگورتھمز پہلے ہی یہ طے کرتے ہیں کہ کون سی خبر اور رائے کس تک پہنچنی چاہیے، اور ہر فرد کو اس کی دلچسپی کے مطابق مواد دکھا کر غیر شعوری طور پر اس کی فکر کو کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ آج جعلی اکاؤنٹس، مصنوعی آوازوں اور ویڈیوز کے ذریعے کسی بھی واقعے کی جھوٹی تصویر بنا دی جاتی ہے، اور ایک ہی جھوٹ کو بار بار پھیلا کر عوامی سطح پر اسے حقیقت بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جس کا اثر ہم تعلیمی اداروں میں طلبہ کی شخصیات اور بدلتی ہوئی ذہنی حالت میں بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی نہیں، دنیا بھر کے انتخابات میں رائے عامہ کو Manipulate کرنے کے لیے اب روایتی دھاندلی کی بجائے انتہائی پیچیدہ طریقے سے AI کا استعمال کیا جا رہا ہے، جہاں مصنوعی انداز میں انتخابی نتائج کو متاثر کیا جاتا ہے۔ اگر ہم ہر سوال کے جواب کے لیے مسلسل AI پر انحصار کرنے کی عادت بنا لیں، تو اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہماری آزادانہ اور تنقیدی سوچ کمزور پڑ جائے گی؛ کیونکہ جو دماغی خلیات استعمال نہیں ہوتے اور جنہیں سوچنے کی زحمت نہیں دی جاتی، وہ آہستہ آہستہ مردہ ہو جاتے ہیں اور فکر کی یہ صلاحیتیں زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔

سوال: دنیا بھر میں لاکھوں سافٹ ویئر ڈیولپرز کی برطرفی یہ ظاہر کرتی ہے کہ کمپنیاں اخراجات بچانے اور منافع بڑھانے کے لیے انسانی محنت کی جگہ AI کو ترجیح دے رہی ہیں۔ یہ تبدیلی کارپوریٹ اداروں کے لیے تو سودمند ہے، لیکن عام ملازمین کے لیے معاشی تباہی کا باعث بن رہی ہے۔ آپ بتائیں کہ AI کی اس تیز رفتار ترقی کی وجہ سے کونسے معاشی چیلنجز درپیش ہو سکتے ہیں؟

حمزہ شاہد: ٹیکنالوجی سے وابستہ بڑی کمپنیاں اور ان کے ساتھ جڑے ذیلی و چھوٹے اداروں کا نیٹ ورک ایک بہت بڑی ورک فورس (جن میں یونیورسٹیز سے نکلنے والے سافٹ ویئر، ہارڈ ویئر اور کمپیوٹر انجینئرز شامل ہیں) کی کھپت کا مرکز ہیں۔ جب AI پروگرامنگ، ویب ڈیولپمنٹ اور دیگر تمام شعبوں کے انسانی کام خود بخود سرانجام دینا شروع کر دے گی، تو یہ افرادی قوت تیزی سے غیر ضروری ہوتی چلی جائے گی۔ موجودہ دور میں بھی ہم یہی ٹرینڈ دیکھ رہے ہیں کہ بڑی کمپنیاں اپنے ملازمین کو بڑے پیمانے پر نوکریوں سے فارغ کر رہی ہیں جیسا کہ حال ہی میں مائیکروسافٹ کی طرف سے ساٹھ ہزار ملازمین کو گولڈن ہینڈ شیک کی پیشکش کی خبر سامنے آئی ہے جو کہ ایک بڑا معاشی چیلنج ہے۔ ایک بزنس مین کے لیے تو اس میں فائدہ اور کاسٹ کٹنگ کا عنصر موجود ہے،

لیکن اس پوری صورتحال میں سمجھنے کی اصل بات یہ ہے کہ جب بھی ایسی ٹیکنالوجیز آتی ہیں، تو جو طبقہ انہیں بنانے والا ہوتا ہے وہ اپنے ہی مفادات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ آج دنیا کے سرفہرست ارب پتی اور ان ٹیکنالوجی کمپنیز کے مالکان اپنے پرافٹس بڑھانے اور معاشی جبر میں اضافہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں، جس سے وہ معاشی تقسیم مزید گہری ہو رہی ہے جس پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی بڑی تفصیلی گفتگو کیا کرتے تھے کہ اس کے نتیجے میں متوسط طبقہ مزید سکڑتا چلا جائے گا اور دنیا کا دو ایک فیصد کھاتا پیتا طبقہ مزید مالدار ہو جائے گا۔ ان معاشی اور عملی چیلنجز کے ساتھ ساتھ ہمیں اس بگ پکچر کا بھی ادراک ہونا چاہیے کہ اس ٹیکنالوجی کو تخلیق کرنے اور ڈرائیو کرنے والے لوگ کون ہیں اور ان کا پس منظر کیا ہے۔ یہ ٹیکنالوجی ایک ایسی تہذیب کے زیر اثر پروان چڑھی ہے جسے بے خدا تہذیب کہا جا سکتا ہے، جہاں نہ تو وحی کی رہنمائی موجود ہے اور نہ ہی کوئی حقیقی اخلاقی اقدار ہیں۔ ان ٹیکنالوجی کمپنیز کے بڑے بڑے سی ای اوز کے نام حال ہی میں سامنے آنے والی ایپسٹین فائلز میں بھی شامل پائے گئے۔ قرآن مجید میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ﴾ (مریم:44)

''اے مخاطب! شیطان کی بندگی نہ کرو۔''

عام طور پر ہم اس کا یہی مطلب لیتے ہیں کہ شیطان کی عبادت سے مراد اس کی اطاعت کرنا ہے، لیکن اب یہ تلخ حقیقت کھل کر سامنے آ رہی ہے کہ ان کلٹس اور اس سے جڑے ٹیکنالوجی کے بڑے بڑے سی ای اوز سے وابستہ لوگ باقاعدہ شیطان کی اس طرح پوجا کرتے ہیں جیسے ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ان لوگوں کے حوالے سے ایک اور اہم بات یہ ہے کہ مغرب میں ان کے لیے Nerds کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے؛ یعنی وہ لوگ جن کا آئی کیو لیول اور دماغ تو بہت تیز کام کرتا ہے، لیکن وہ معاشرے میں فٹ نہیں ہو پاتے۔ لوگوں سے ملنا، بات چیت کرنا اور اٹھنا بیٹھنا جنہیں ناپسند ہوتا ہے اور جو تنہائی پسند ہوتے ہیں، وہی آج انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور اب اس AI جیسی تمام ٹیکنالوجیز کو چلا رہے ہیں۔ جب ایسے لوگ اس ٹیکنالوجی کو چلائیں گے تو اس کا انسانی معاشرے، انسانی اقدار اور معاشیات پر کس قدر تباہ کن اثر پڑے گا، اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(جاری ہے)

❁❁❁

پریس ریلیز 13 نومبر 2026ء

دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات ملکی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ بدترین دہشت گردی میں شہادتوں کے باوجود گورنر ہاؤس پشاور میں ناچ گانے کی محفل منعقد کرنا انتہائی شرمناک ہے۔ اہلِ اقتدار اللہ کے غضب کو دعوت نہ دیں، پوری قوم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کرے۔ پاکستان کے جملہ مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے نفاذ میں مضمر ہے۔

شجاع الدین شیخ

دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات ملکی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ بدترین دہشت گردی میں شہادتوں کے باوجود گورنر ہاؤس پشاور میں ناچ گانے کی محفل منعقد کرنا انتہائی شرمناک ہے۔ اہلِ اقتدار اللہ کے غضب کو دعوت نہ دیں، پوری قوم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کرے۔ پاکستان کے جملہ مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے نفاذ میں مضمر ہے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ دربوچ، تحصیل گمبٹ، ضلع کوہاٹ میں مسلح دہشت گردوں کا پولیس پر حملہ کر کے 10 پولیس اہلکاروں کو شہید کر دینا انتہائی افسوس ناک ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ تمام شہداء کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات ملکی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ اُنہوں نے سوال اُٹھایا کہ خیبر پختونخوا کی منتخب حکومت کو گھر بھیجنے اور صوبے میں ایمرجنسی اور گورنر راج نافذ کرنے کا جواز یہ بتایا گیا تھا کہ منتخب حکومت دہشت گردی کو ختم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ لیکن وفاق کا خود معاملات کو سنبھالنے کے باوجود دہشت گردی میں کمی نہ آنا کس کی ذمہ داری ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ دہشت گردی کے ان واقعات میں ملوث فسادی عناصر اور اُن کے اندرونی و بیرونی پشتی بانوں کے خلاف آئین اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے کارروائی کی جائے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ جس دن دہشت گردی کا یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا اُسی رات گورنر ہاؤس پشاور میں 'تہذیب' اور 'ثقافت' کے فروغ کے پُرفریب نام پر ناچ گانے اور حیا کی دھجیاں اُڑانے والی محفل کا انعقاد انتہائی شرم ناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ سے بغاوت کی اس روش کو ترک نہیں کیا جاتا، اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے اعمال اور طرزِ عمل کو چھوڑا نہیں جاتا اور اہلِ اقتدار سمیت پوری قوم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کر کے اپنے اعمال درست نہیں کرتی، اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شاملِ حال نہیں ہوگی۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے نفاذ کی طرف فوری پیش قدمی کی جائے۔ انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطحوں پر دین کو قائم اور نافذ کیا جائے۔ اسی میں ہماری دنیوی اور اُخروی کامیابی مضمر ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

تنظیم اسلامی کے ذوقل سالانہ اجتماع نومبر 2026ء میں ناظمہ علیا تنظیم اسلامی، اہلیہ محترمہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پیغام رفقاء کے نام

(سالانہ اجتماع کے دوران محترم ڈاکٹر عارف رشید، فرزند ارجمند ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے پڑھ کر سنایا)

انتہائی عزیز اور قابل احترام رفقائے تنظیم اسلامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہمیشہ سے دل کی گہرائیوں سے آپ سب کے لیے دعا گو ہوں اور رہوں گی، ان شاء اللہ!

اس سال بھی حسب سابق امیر محترم کی طرف سے مجھے آپ رفقائے تنظیم اسلامی کے لیے پیغام ارسال کرنے کا کہا گیا۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ اس بار یہ پیغام امیر محترم کی اہلیہ محترمہ کی طرف سے جانا چاہیے لیکن اس ضمن میں امیر محترم کی جانب سے یہ بات مجھ تک پہنچائی گئی کہ یہ کام آپ کو ہی کرنا ہے لہٰذا اب میری طرف سے معذرت کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

رفقائے محترم! میں نے اپنے گزشتہ دو، تین سال کے پیغامات پر طائرانہ نظر ڈالی تو مجھے احساس ہوا کہ میں تو اپنے پیغامات میں بہت سی باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھ چکی ہوں۔ ساتھ ہی مجھے احساس ہوا کہ بطور یاددہانی اور تذکیر، اگر ان باتوں کا اعادہ بھی ہو جائے اور کچھ مزید گزارشات بھی آپ تک پہنچا دی جائیں تو ان شاء اللہ مفید رہے گا۔

قرآن کریم میں آخرت کے حوالے سے مختلف اسالیب میں بار بار یاددہانی کرائی جاتی ہے:

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا﴾ (بنی اسرائیل: 41) ''اور ہم نے قرآن کریم میں بار بار یاددہانی کرائی ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کر سکیں۔''

واقعہ یہ ہے کہ ہر گزرا لمحہ اس بات پر گواہ ہے کہ ''گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی''

قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہوئے جب سورۃ فاطر کی آیت نمبر 37 میری نظر سے گزرتی ہے، جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ﴾ (فاطر: 37) (ترجمہ) ''کیا ہم نے تمہیں طویل عمریں دی تھی کہ تم کوئی نصیحت اور یاددہانی حاصل کرتے۔'' تو خیال آتا ہے کہ ہم میں سے ہر وہ شخص جو اپنی عمر کے 60، 70، 80 برس گزار چکا ہے اُس کے پاس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کیا عذر ہوگا کہ اتنی طویل عمر میں بھی ہم آخرت کے لیے کمائی نہ کر سکے۔ خاص طور پر وہ بندے اور بندیاں جن کے سامنے بار بار یہ بات دہرائی جاتی رہی کہ تمہاری تخلیق کا اصل مقصد ''عبادت رب'' ہے

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (سورۃ الذاریات)

''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

ہماری زندگی کا نصب العین اپنے رب کو راضی کرنا ہے اور رب کی رضا پوری زندگی میں رب کی بندگی اختیار کرنے میں ہے۔ رب کو راضی کرنے کے لیے رب کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

چند باتیں بطور نصیحت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں:

1- ہر وقت اپنا محاسبہ کرنے کی عادت ڈالیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہمیشہ اپنے سامنے رکھیے۔

((حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا)) (ترجمہ) ''اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔''

2- نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک ((اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ)) کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں جس میں پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جاننے کا حکم دیا گیا ہے۔

(1) موت سے قبل زندگی کو غنیمت جانو.....! (2) بڑھاپے سے قبل جوانی کو غنیمت جانو.....! (3) بیماری سے قبل صحت کو غنیمت جانو.....! (4) مصروفیت سے قبل فراغت کو غنیمت جانو.....! (5) فقر سے قبل تونگری کو غنیمت جانو.....!

ان میں سے ہر ہر نکتہ اپنی جگہ بہت وضاحت مانگتا ہے لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے ترجمہ پر اکتفا کر رہی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جانے کے بعد ہمارے پاس حسرت کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔ بطور یاددہانی ایک اور حدیث کا حوالہ ضرور دینا چاہتی ہوں جن میں پانچ ہی امور کا ذکر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ رفقائے تنظیم کی اکثریت کو یہ حدیث یاد نہ بھی ہو تو مختصر ضرور ہوگی۔

فرمان نبوی ﷺ ہے: ((لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ))

(1) عن عمرہ فی ما افناہ (2) عن شبابہ فی ما ابلاہ (3, 4) عن مالہ من این اکتسبہ وفی ما انفقہ (5) عن ما عمل فی ما علم

3- کثرت کے ساتھ استغفار کا اہتمام کیجیے۔ سید الاستغفار کے الفاظ تو ہر رفیق تنظیم کو یاد کر لینا چاہئیں۔

انسان سے خطاء، نسیان اور معصیت کا امکان ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ شیطان لعین تو تاک میں رہتا ہے کہ وہ بندے سے معصیت اور نافرمانی کا ارتکاب کرا ڈالے۔ سورۃ حم السجدہ کے الفاظ ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ (الاعراف: 200، الفصلت: 36) اگر شیطان کی طرف سے کوئی چوک لگ جائے، یا شیطان بہلا پھسلا کر کسی گناہ کا ارتکاب کرا لے تو فوراً اللہ کی پناہ طلب کرو۔ حضور ﷺ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں ((اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ)) ''میں ہر روز ستر مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔'' سب کو معلوم ہے کہ نبی اور رسول معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ کا ارتکاب ممکن نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپؐ کا استغفار کرنا تعلیم اُمت کے لیے ہے۔

4- نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ)) کے مصداق آپ اپنے گھر والوں پر نگران ہیں۔ اپنے گھر والوں یعنی بیوی بچوں، بھائی بہنوں کی دینی اور اخلاقی تربیت آپ کے فرائض میں شامل ہے۔ گھروں میں ستر وحجاب کی پابندی اور رسومات وبدعات سے اہل خانہ کو بچانا آپ کے ذمہ ہے۔ بے جا روک ٹوک اور سختی بھی حکمت کے خلاف ہے۔ اُن کے ساتھ نرمی، شفقت اور پیار سے پیش آئیں۔ سورۃ التغابن جو ہمارے منتخب نصاب کے انتہائی اہم دروس میں شامل ہے، کی یہ آیت مبارکہ ہمیں رہنمائی فراہم کرتی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التغابن) ''اے اہل ایمان تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں تمہارے دشمن پوشیدہ

ہیں، اُن سے بچ کر رہو۔ لیکن اگر تم معاف کرتے رہو، صرف نظر کرو اور اُن کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرو تو اللہ بھی تو غفور و رحیم ہے۔''

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

5- ایک اہم بات جو میں پہلے بھی اپنے پیغامات میں عرض کر چکی ہوں کہ اپنے بچوں کو مخلوط تعلیمی اداروں سے بچائیں۔ خاص طور پر بچیوں کی تربیت اس حوالے سے کیجیے کہ انہیں گھر گرہستی کی ذمہ داری ادا کرنی ہے، اولاد کی تربیت کرنی ہے اور دینی احکامات کے حوالے سے زمانے کے رسم و رواج اور خرافات کی بیخ کنی کے لیے شوہر کے ساتھ کھڑی رہنا ہے۔

6- آج کے دور کا ایک بڑا ''فتنہ''، موبائل فون بھی ہے۔ ''فتنہ'' ابتلاء اور آزمائش کو کہتے ہیں اور واقعتاً اس حوالے سے موبائل کا صحیح یا غلط استعمال ہی اصل امتحان اور آزمائش ہے۔ مجھ سے بہت سی خواتین ملتی ہیں اور اپنے گھروں کی بچیوں کا سوشل میڈیا اور ٹک ٹاک وغیرہ جیسی خرافات میں مشغول رہنے کے حوالے سے اخلاقی زوال کا ذکر کرتی ہیں۔ اُن کی باتیں سن کر بعض اوقات میں سکتے میں آ جاتی ہوں کہ ہمارا معاشرہ کس طرف جا رہا ہے اور اس کا کیا بنے گا۔ میرے نزدیک اس ضمن میں اصلاح کے حوالے سے گھر کے سربراہ کے طور پر آپ، رفقائے تنظیم اسلامی، کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

7- فلسطین کے مظلوم مسلمان، جن میں بچے، بوڑھے اور خواتین بھی شامل ہیں ہماری دعاؤں سے رفتہ رفتہ خارج ہی ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسرائیلی یہودیوں کی طرف سے ظلم و ستم کے جو پہاڑ اُن پر توڑے گئے ہیں تا حال جاری ہیں۔ ہم مسلمانوں سے تو اسرائیلی پراڈکٹس کا بائیکاٹ بھی صحیح ''ڈھب'' سے نہیں ہو سکا۔ ہم سے اور کچھ نہیں ہو سکتا تو کم از کم انہیں اپنی دعاؤں میں تو یاد رکھیں۔ اپنے رب کے ساتھ تعلق جوڑنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے رات کے پچھلے پہر قیام اللیل کا اہتمام کیجیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ:

﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝﴾ (المزمل)

(ترجمہ) ''بے شک رات کا قیام نفس کو قابو کرنے کے لیے بہت کارگر اور قرآن پڑھنے کے لیے بہترین وقت ہے۔'' اپنی دعاؤں میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے رات کے پچھلے پہر کے نوافل اور دعاؤں کا سہارا لیجیے۔

8- امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ ماشاء اللہ، اللہ ہی کی تائید اور نصرت کے سہارے پورے خلوص اور اخلاص کے ساتھ قافلہ تنظیم اسلامی کو لے کر چل رہے ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے اُن کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ ندائے خلافت میں باقاعدگی کے ساتھ اُن کی ہفتہ وار مصروفیات اور سرگرمیاں میری نظر سے گزرتی ہیں تو اُن کی سعی و جہد میں مجھے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا عکس نظر آتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں اپنی حفاظت اور عافیت میں رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

آخر میں تنظیم اسلامی کے اس زونل سالانہ اجتماع میں شریک تمام رفقاء کے حق میں میری دلی دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس اجتماع میں اُن کا آنا، سفر کی صعوبت برداشت کرنا، پروگراموں میں شریک ہونا اور اپنا وقت صرف کرنا قبول و منظور فرمائے۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ آپ ان شاء اللہ ایک ولولہ تازہ لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں گے اور آپ سب سے درخواست گزار ہوں کہ میرے لیے دعا کرتے رہا کریں کہ میرا رب مجھے اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے، ایمان اور استقامت پر قائم رکھے اور خاتمہ بالایمان فرمائے!!

آپ کی دعاؤں کی طلب گار
آپ سب کی روحانی والدہ

قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی (آن لائن کورس)

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بذات خود مرتب اور بیان کردہ

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مشتمل۔ الہدیٰ سیریز کے 44 آڈیو لیکچرز

Learning Management System

موبائل فون پر لیکچر سنیں۔ موبائل فون پر پیچ حل کریں۔ موبائل فون پر رزلٹ حاصل کریں

Sign up at: www.QuranAcademyLahore.com

Whatsapp: 03334470224

مرکزی انجمن خدام القرآن 36-K Model Town Lahore

مرکزی انجمن خدام القرآن۔ شعبہ تحقیق اسلامی

موبائل فون ایپس

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام کتابیں موبائل فون پر مطالعہ کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر:

Tanzeem Digital Library

بیان القرآن کی آفیشل ایپ حاصل کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر:

Dr Israr Ahmad IRTS-Bayan ul Quran

محترم پروفیسر حافظ احمد یارؒ۔ لغات و اعراب قرآن
اور ترکیب قرآن پر ایپ سے استفادہ کے لیے گوگل پلے سٹور پر:

Lughat o Aerab e Quran

آئی فون ایپس

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام کتابیں موبائل فون پر مطالعہ کرنے کے لیے ایپ سٹور پر:

Tanzeem Digital Library

بیان القرآن کی آفیشل ایپ حاصل کرنے کے لیے ایپ سٹور پر:

Dr Israr Ahmad-Bayan ul Quran

محترم پروفیسر حافظ احمد یارؒ۔ لغات و اعراب قرآن
اور ترکیب قرآن پر ایپ سے استفادہ کے لیے ایپ سٹور پر:

Professor Hafiz Ahmed Yar

سچی توبہ کی شرائط وانعامات

ابوعبداللہ

توبہ کے لیے یہی کافی نہیں کہ زبان سے کہہ دیا ''معافی'' تو معافی ہوگئی، بلکہ توبہ کی قبولیت کے لیے درج ذیل آداب وشرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے:

ندامت

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنے کیے ہوئے گناہوں پر نادم ہو، پشیمان ہو، اسے واقعی شرمندگی ہو کہ میں نے پروردگار کی نافرمانی کرکے برا کیا ہے۔ مجھ سے زیادہ اور ناشکرا کون ہے؟ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

گناہ کو چھوڑ دے

جن گناہوں سے توبہ کر رہا ہے انہیں فی الفور چھوڑ دے۔ اگر ابھی تک معصیت میں گرفتار ہے تو پھر توبہ کس بات کی؟ لہٰذا گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

آئندہ سے گناہ نہ کرنے کا ارادہ

دل میں آئندہ سے گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ میں اس گناہ کے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا۔

توبہ کے بعد کرنے کے چار کام

توبہ کی شرائط پوری کرنے کے بعد درج ذیل کام کرنے ضروری ہیں

(1) حقوق العباد کی معافی

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ جو حقوق العباد ہوتے ہیں وہ فقط زبان کی توبہ سے معاف نہیں ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرما دیتے ہیں، لیکن بندوں کے حقوق بندوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جس پر ظلم کیا تھا اس سے معافی مانگے، جو مال چھینا تھا وہ واپس کر دے، کسی کی غیبت کی تھی اس سے معافی مانگے، یا اگر کوئی بندہ ان میں سے فوت ہو گیا اور اس نے اس کے ساتھ ظلم کیا تھا تو اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کرے، تاکہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق والے کو دے دیں اور اسے معاف فرما دیں۔ تو حقوق العباد کی معافی کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ بس جی ہم حج پر گئے اور واپسی پر ہر چیز معاف ہو گئی، چاہے جاتے آتے ہم جو مرضی کرتے پھریں۔

(2) دل کو منفی جذبات سے خالی کرے

پھر دوسرا کام یہ کرے کہ وہ اپنے دل کو حسد اور کینے سے خالی کر لے۔ کیونکہ جب گناہ سے توبہ کر رہا ہو اور سینہ کینے سے بھرا ہوا ہو تو وہ توبہ بھلا کیا فائدہ دے گی؟ لہٰذا اس کے دل میں مؤمن کے بارے میں انتقام، نفرت اور دشمنی نہ رہے، وہ سب کو اللہ کے لیے معاف کر دے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابھی ایک جنتی شخص تمہارے سامنے نمودار ہوگا۔ اگلے دن پھر نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی فرمایا۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو پھر ایسے ہی فرمایا اور تینوں دن ایک ہی شخص نمودار ہوئے۔ سننے والے بہت حیران ہوئے، حتیٰ کہ ایک صاحب کے دل میں خیال آیا کہ میں پتہ تو کروں کہ اس کا کون سا خاص عمل ہے کہ اس کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسے کہنے لگے: میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین دن آپ کے گھر مہمان بنوں۔ انہوں نے کہا: ضرور تشریف لائیے۔ وہ ان کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے تین دن تک اس کو دیکھا، مگر ان کو کوئی خاص عمل نظر نہ آیا۔ جس طرح باقی لوگ تہجد اور دیگر نوافل پڑھتے تھے اسی طرح وہ بھی پڑھتے۔ ان کو کوئی انوکھی بات نظر نہ آئی۔ تین دن کے بعد انہوں نے پوچھا: میں نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ سنے تھے اور اسی لیے میں آپ کے ہاں مہمان بنا کہ مجھے آپ کے اندر وہ خاص عمل نظر آئے جس کی وجہ سے آپ کی جنت کی بشارت دی گئی ہے، لیکن مجھے تو آپ میں کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا، اگر کوئی ہے تو آپ خود ہی بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں ہے، البتہ یہ ہے کہ جب میں رات کو بستر پر سونے کے لیے لیٹتا ہوں تو میں اپنے دل میں ایمان والوں کے بارے میں پائے جانے والے کینہ اور حسد کو اللہ کے لیے ختم کر دیتا ہوں۔

(مسند احمد)

(3) فساق وفجار سے علیحدگی اختیار کرے

اس کے بعد تیسرا کام یہ کرے کہ وہ فاسق وفاجر لوگوں سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو جائے۔ ہم روزانہ وتر پڑھتے ہوئے دعائے قنوت میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں:

((وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ))

''اور (اے پروردگار!) ہم جدا ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس بندے کو جو فاسق وفاجر ہے۔''

ہم روزانہ رات کو عشاء کے وقت کھڑے ہو کر نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہاتھ باندھ کر وعدہ کرتے ہیں اور دن پھر انہی لوگوں کے ساتھ گزار رہے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب ان سے کوئی تعلق ہی نہیں رہے گا، نہیں! بلکہ اس کے ساتھ دوستی ختم کر دے، لین دین کا معاملہ تو ہر ایک کے ساتھ کرنا ہی ہوتا ہے، وہ تو کافروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں، مگر ایک ہوتا ہے، دوستی کا تعلق اور قلبی تعلق وہ ختم کر دے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اب اس کو سلام بھی کبھی نہیں کرنا، نہیں! بلکہ جو اصول شریعت نے بتا دیئے ہیں ان کی حدود میں رہیں اور دل کی محبت کا جو تعلق تھا اس کو ختم کر لیں اور پرہیزگار لوگوں سے دوستی رکھیں۔ اگر پھر بھی بدکار لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو پھر توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ لوگ پھر گناہوں میں ملوث کر دیں گے۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی گندی نالی میں پڑا ہو تو اس کے اوپر وہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کو نالی سے نکال کر پاک پانی میں ڈالیں تو پھر وہ صاف ہوگا۔ اسی طرح ہم اگر اپنے دل کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو فاسق وفاجر لوگوں کی گندی نالی سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔ پھر اگر اس پر اللہ کے ذکر کے چند قطرے پڑ جائیں گے تو یہ دل پاک اور صاف ہو جائے گا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قول کا پاس کریں، جو ہم روزانہ اپنے پروردگار کے سامنے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

(4) مکافاتِ عمل

جب انسان گناہوں سے معافی مانگ لے تو ایک کام اور کرنا پڑے گا۔ وہ یہ کہ ان گناہوں کی مکافات کرے، یعنی جو گناہ کر بیٹھا تھا اب اس کی کمی کو پورا کرے۔ اس کے بدلے نیک اعمال کرے، مثال کے طور پر اگر یہ آدمی غیر محرم پر نظر ڈالتا تھا اور سچی پکی توبہ کر چکا ہے تو اب وہ قرآن پر نظر ڈالے، تاکہ وہ نگاہ جو غلط استعمال ہوتی تھی اب وہ نگاہ ٹھیک جگہ پر استعمال ہو رہی ہو۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھے تو محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھے، تاکہ غیر محرم کی طرف دیکھنے کی نحوست ختم ہو جائے۔ اسی طرح گر فرض کریں کہ کسی وقت مسجد میں جنابت (ناپاکی) کی حالت میں داخل ہو گیا تھا تو اب توبہ بھی کرے اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بھی بیٹھے، تاکہ وہ جو ناپاکی

حالت میں داخل ہوا تھا اب اس کمی کو زیادہ عبادت کے ذریعے پورا کردے۔ یا فرض کریں کہ ایک آدمی شراب سے توبہ کر لیتا ہے تو اسے چاہیے کہ اب پیاسوں کو پانی پلایا کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں۔ غرضیکہ جو گناہ کیا کرتا تھا اس کے مناسب کوئی اور کام زیادہ کرے، تاکہ اس گناہ کا وبال اور ظلمت بالکل ختم ہو جائے۔ اگر اس نے مسلمانوں کو تنگ کیا تھا اور توبہ کر لی تو اب ان مسلمانوں پر احسان کرے، اسی صورت میں یہ توبہ، توبہ کہلائے گی۔ یہ نہیں ہے کہ زبان سے تو توبہ کر لی اور عمل میں کوئی تبدیلی بھی نہ آئی۔ اگر نمازیں اور روزے قضا کیے تو ایک تو ان کو ادا کرے اور جب ادا کر لے اور صاحب ترتیب بن جائے تو پھر نوافل کی کثرت کرے اور دعا کرے کہ یا اللہ! پہلے وقت پر عبادات نہیں کیں اب میں نفلی عبادات بھی کر رہا ہوں، کیونکہ میں توبہ تائب ہو چکا ہوں۔ جب انسان ان گناہوں کے مقابلے میں نیکیوں کی کوشش کرتا ہے تو پروردگار پھر اس کی توبہ سے خوش ہو کر اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ سبحان اللہ.....!

سچی توبہ کے چار انعامات

جب بندہ توبہ نصوح کر لیتا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ چار کام کرتے ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

((اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ))

(نوادر الاصول: 2/ 349)

''گناہوں سے توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔''

(2) اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کیے ہی نہیں تھے۔

حدیث پاک میں ہے:

''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔'' (ابن ماجہ)

(3) چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر لیتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو آئندہ شیطان کے فریب اور ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾

(الحجر: 42)

''یقین رکھ کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔''

اس کا کیا مطلب.....؟ کیا وہ فرشتہ بن گیا؟ کیا اس سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہو سکتا؟..... نہیں نہیں..... اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی اس سے کوئی ایسا گناہ تو ہو سکتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گر جائے یا اسے اللہ کے دربار سے دھتکار دیا جائے، لیکن اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی خطا ہوئی بھی تو فوراً اس سے توبہ کر کے معافی مانگ لے گا۔

(4) ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے فرشتوں کو بھیج کر اس کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔ فرمایا:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

(حٰمٓ السجدۃ)

''ان پر بے شک فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اتریں گے کہ نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو، اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمائے۔ (آمین)

توبہ کرتے رہیے، حتیٰ کہ اتنی بار توبہ کیجیے کہ شیطان تھک جائے اور یہ کہے کہ یہ کیسا بندہ ہے کہ میں بار بار محنت کر کے گناہ کرواتا ہوں اور یہ توبہ کر کے سب پر پانی پھیر دیتا ہے؟ یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان اپنے اعمال پر بھروسا نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسا کرے۔

ایک سبق آموز واقعہ

حافظ ابن قیمؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک دروازہ کھلا، میں نے دیکھا کہ کوئی آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں اس سے خفا ہو کر اس کو تھپڑ لگا رہی ہے، اس کو دھکے دے رہی ہے، کہہ رہی ہے تو نافرمان بن گیا ہے، میری کوئی بات نہیں سنتا، کوئی کام نہیں کرتا، دفع ہو جا (چلا جا) یہاں سے۔ یہ کہہ کر ماں نے جو دھکا دیا تو وہ بچہ گھر سے باہر آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ ماں نے تو کنڈی لگا لی، اب میں وہیں کھڑا رہ گیا کہ دیکھوں اب ہوتا کیا ہے؟ فرماتے ہیں بچہ رو رہا تھا، چونکہ مار پڑی تھی، خیر! وہ اٹھا اور کچھ سوچتا سوچتا ایک طرف کو چلنے لگا، چلتے چلتے وہ ایک گلی کے موڑ پر پہنچا، وہاں کھڑے ہو کر وہ کچھ سوچتا رہا اور سوچنے کے بعد اس نے پھر واپس آنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اپنے گھر کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا، تھکا ہوا تھا، رو بھی کافی دیر سے رہا تھا، دہلیز پر سر رکھا، نیند آ گئی، وہیں سو گیا۔ چنانچہ کافی دیر کے بعد اس کی والدہ نے کسی کام کے لیے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا اسی دہلیز پر سر رکھے پڑا ہوا ہے۔ والدہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی۔ چلا جا یہاں سے، دور ہو جا میری نگاہوں سے، جب اس نے پھر اسے ڈانٹا تو اب وہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے، کہنے لگا: امی! جب آپ نے گھر سے دھتکار دیا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ میں چلا جاؤں گا، میں بازار جا کر بھیک مانگ لوں گا، مجھے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی! میں نے سوچا تھا کہ میں کسی کے جوتے صاف کر دیا کروں گا، کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی! میں کسی کے گھر کا نوکر بن کر رہ لوں گا، مجھے جگہ بھی مل جائے گی، مجھے کھانا بھی مل جائے گا۔ امی! یہ سوچ کر میں گلی کے اس موڑ تک چلا گیا تھا، مجھے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل جائیں گی، لیکن امی! جو محبت مجھے آپ دے سکتی ہیں یہ محبت مجھے کہیں نہیں مل سکتی۔ امی! یہ سوچ کر میں واپس آ گیا ہوں، امی! میں اسی در پر پڑا ہوں، تو مجھے دھکے دے یا مارے، میں کہیں نہیں جا سکتا، جب اس بچے نے یہ بات کہی، ماں کی ممتا جوش میں آ گئی، اس نے بچے کو سینے سے لگایا اور کہا: میرے بیٹے! اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت تجھے میں دے سکتی ہوں وہ کوئی نہیں دے سکتا، تو میرے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں: جب گنہگار بندہ اس احساس کے ساتھ رب کے دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے:

الٰهِی! عَبْدُكَ الْعَاصِی اَتَاكَ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَ قَدْ دَعَاكَ

''اللہ! تیرا گنہگار بندہ تیرے در پر حاضر ہے، گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ سے فریاد کرتا ہے۔''

فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاكَ اَهْلٌ فَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ یَّرْحَمْ سِوَاكَ؟

''اللہ! اگر آپ معاف کر دیں تو یہ بات آپ کو سجتی ہے، اگر آپ ہی دھکا دے دیں تو آپ کے سوا کون ہے ہم پر رحم کرنے والا؟''

تو جب انسان اس طرح اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے پھر پروردگار اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ دعا کریں رب کریم! ہم پر احسان فرمائیے، سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے اور آئندہ کی زندگی کو گزری ہوئی زندگی کا کفارہ بنا دیجیے اور آنے والے وقت کو گزرے ہوئے وقت سے بہتر فرما دیجیے۔ (آمین)

❁❁❁

باہمی تعلقات اور اسلامی ہدایات

مولانا اسرار الحق قاسمی

ایک ملک اور معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کو بہت سے لوگوں اور الگ الگ مزاج و عادات رکھنے والے انسانوں سے سابقہ پڑتا ہے، ہر شخص کی سوچ الگ ہوتی ہے، اور ہر انسان کا زندگی گزارنے کا معیار اور طریقۂ کار علیحدہ ہوتا ہے۔ ایک انسان فطری طور پر نرم دل ہوتا ہے، جبکہ دوسرے انسان کے مزاج اور طبیعت میں نسبتاً شدت اور تلخی ہوتی ہے۔ کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسے ہر وقت دوستوں کا ایک مجمع چاہیے، جبکہ کچھ لوگ تنہائی پسند ہوتے ہیں۔ الغرض اس دنیا میں بسنے والا ہر انسان کسی نہ کسی اعتبار سے دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، مگر اس اختلاف کے باوجود ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ہی زندگی گزارنا ہوتی ہے۔

ایسے میں ہمیں ان اصولوں اور اخلاقی ضابطوں کو اپنانا چاہیے جو ہمارے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوں، اور اختلاف مزاج و فکر کے باوجود ہماری آپسی محبت و مودت کو برقرار اور مضبوط رکھنے کی جانب رہنمائی کرتے ہوں۔ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات نہایت واضح بھی ہیں اور قابل قدر بھی۔ اسلام نے باہمی تعلقات کو بنائے رکھنے، اور انہیں مضبوط کرنے کے لیے نہایت ہی قیمتی اصول بتائے ہیں۔ دین اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ تمام انسانوں کو ایک انسانی وحدت کی لڑی میں پروتا ہے، چاہے وہ کسی جنس، مذہب، نسل یا رنگ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس انسانی وحدت کی اصل بنیاد اور طبیعت ایک ہی ہے۔ اسی بنیاد پر اسلام نے ایسے اصول و اقدار کی بنیاد پر لوگوں کے مابین تعلقات قائم کیے ہیں، جو الفت و رحمت اور ایک دوسرے ساتھ رواداری برتنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک انسان سے پیدا کیا (یعنی انسانِ اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیتے، اور اللہ سے، جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو، اور ناطہ توڑنے سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔ (الحجرات)

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کی اصلیت کو بتاتے ہوئے یہ تلقین کی ہے کہ آپسی تعلقات جب قائم ہو جائیں، تو انہیں نبھانا چاہیے، اور انہیں توڑنے سے گریز کرنا چاہیے، جبکہ دوسری آیت میں بھی اسی چیز کو ذرا اور وسیع معنوں میں بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تمہاری مختلف برادریاں اور قبائل اس لیے نہیں ہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے پر اپنی برتری جتائے، اور بے جا فخر کرے، بلکہ یہ باہمی جان پہچان اور تعلقات کو فروغ دینے کے لیے ہیں، البتہ تم میں بہتر کون ہے، اور برا کون ہے، اس کا تعلق دل سے ہے، کہ جس کا دل جتنا متقی اور پرہیزگار ہوگا، وہ اسی قدر متقی و پرہیزگار اور عنداللہ مقرر ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے وسط میں ہمارے سامنے خطبہ حجۃ الوداع دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ تمہارا رب ایک ہی ہے، اور تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے، سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور کسی گورے کو کسی کالے پر، اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، مگر صرف تقویٰ کی وجہ سے، بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم و باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو، سن لو! کیا میں نے پہنچا دیا؟ سب نے جواب دیا: ہاں، اے اللہ کے رسول! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں موجود لوگ غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔

اس تاریخی خطبے میں آپ ﷺ نے جس چیز پر زور دیا، وہ انسانی مساوات و برابری ہے، اور اسی بنیاد پر لوگوں سے تعلقات بنانے، اور انہیں برقرار رکھنے کی ترغیب و تعلیم دی۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمان جو لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے، اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، اس مسلمان سے کہیں بہتر ہے، جو نہ لوگوں سے ملتا جلتا ہے، اور نہ ہی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں غور و فکر کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تمام انسانوں کے ساتھ خیر اور بھلائی کا معاملہ کرنا، اسلام کی بنیادی تعلیمات کا حصہ ہے، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر لوگوں کے ساتھ تعلقات کی عمارت قائم ہونی چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔

انہی اخلاق عالیہ اور بلند اقدار کے ساتھ مسلمانوں نے ماضی میں اپنی ہم عصر اقوام کے ساتھ معاملہ کیا، اور اسلام کی خالص تعلیمات کی روشن تصویر ان کے سامنے پیش کی، ایسے اسلام کی جو رحمت و محبت، الفت و اخوت، ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے اور حل طلب مسائل میں ایک دوسرے کا موقف سننے اور جاننے کی ہدایت دیتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے دوسروں کی صلاحیتوں، ان کے علوم و فنون اور کامیابیوں سے فائدہ اٹھایا، اور ان کو بھی فائدہ پہنچایا، اور محبت و ہمدردی اور امن و سلامتی کا پیغام عام کیا۔ مسلمان اس دنیا میں دوسروں سے الگ تھلگ اور تنہا نہیں رہ سکتے، دوسروں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے اور باہمی معاملہ کرنے کے ذریعہ ہی وہ کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں، اور اسی کے نتیجے میں انسانیت خیر اور نفع سے فیض یاب ہو سکتی ہے۔ انسان صرف اپنی ذات تک محصور رہنے کی صورت میں نہایت کمزور ہے، جبکہ وہ دوسرے کے ساتھ مل کر قوی اور طاقتور بن جاتا ہے۔ خاص طور پر مصیبت و آزمائش

کے مواقع پر ایک مسلمان کو اپنے ایمان کے تقاضے کی بنیاد پر مصیبت زدہ لوگوں کی تکلیف کو دور کرنے اور ان کی مدد کرنے کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ یہ ایک افضل ترین عمل اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: مغفرت کو واجب کرنے والے اعمال میں سے یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی زندگی میں خوشی اور سرور داخل کرو، اس کی بھوک کو ختم کرو، اور اس کی مصیبت کو دور کرو۔

ہمارے ذہن میں زندگی کے یہ اصول ہر وقت رہنے چاہییں کہ زندگی لینے اور دینے، دوسروں کو نفع پہنچانے اور ان کی تکلیف دور کرنے کے لیے مسلسل کوشش کرنے کا نام ہے۔ دوسروں کے ساتھ تعلقات استوار کرنا، اور خیر کے کاموں میں ان سے تعاون کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون انسانیت کے لیے بہت سے فوائد کے حصول اور محبت و رواداری کا ماحول سازگار کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایسے ہی اسلامی اصول اور ضابطوں کے تحت ہم اپنے اہلِ خاندان، دوسرے مسلمان اور برادرانِ وطن کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کریں، ان شاء اللہ یہ معاشرے کے لیے بھی نہایت مفید ہوگا، اور ملک وقوم کی مجموعی ترقی و خوش حالی میں کلیدی رول ادا کرے گا۔ ❁ ❁ ❁

دین کے صحیح تقاضوں کو واضح کرنے کے ضمن میں
ڈاکٹر صاحبؒ کی ایک تحریر اور ایک تقریر پر مشتمل

راہِ نجات

سُورۃُ العَصر کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اشاعت خاص 150 روپے،
اشاعت عام 100 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، 0301-1115348

تازہ شمارہ
اکتوبر تا دسمبر 2026ء

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحِکَمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی
حکمت قرآن
لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ــــ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

☆ صرف کتاب نہیں بلکہ استاد بھی! ــــ ڈاکٹر ابصار احمد
☆ مِلاكُ التأويل (۴۶) ــــ ابو جعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
☆ حقیقتِ نفس الامری اور ہماری ذمہ داری ــــ ڈاکٹر محمد رشید ارشد
☆ تعلیم کے اوّلین اُصول (۵) ــــ ڈاکٹر محمد رفیع الدین
☆ مبادیٔ علم کلام (۶) ــــ سعید عبد اللطیف فودہ/مکرم محمود
☆ مباحثِ عقیدہ (۲۸) ــــ مؤمن محمود

افاداتِ حافظ احمد یارؒ "ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح"
زورِ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 112 ☆ قیمت فی شمارہ: 150 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 600 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501-042

ہفت روزہ "ندائے خلافت"

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،
ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزہ و اقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

ماتحتوں کی صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھایئے!

مولانا محمد حمزہ

کسی بھی تحریک، جماعت، تنظیم یا ادارہ میں مختلف صلاحیتوں کے افراد کام کرتے ہیں۔ ان افراد کا تعلق مختلف بیک گراؤنڈز، مختلف علاقوں، رنگوں، نسلوں اور مختلف زبانوں سے ہوتا ہے۔ ان افراد میں ودیعت کی گئی قدرتی صلاحیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ مالی لحاظ سے مضبوط ہوتے ہیں، کچھ ذہنی لحاظ سے سمجھ دار ہوتے ہیں، کچھ جسمانی لحاظ سے طاقتور ہوتے ہیں، کچھ کے پاس خاندانی وجاہت ہوتی ہے، کچھ کے علاقائی مراسم وتعلقات ہوتے ہیں، کچھ کی تعلیم بہترین ہوتی ہے، کچھ کے پاس تجربوں کے انبار ہوتے ہیں، کچھ بہادر و دلیر ہوتے ہیں، کچھ کا حافظہ مضبوط ہوتا ہے۔ غرض! وہ بے تحاشا صلاحیتیں جو قدرت کی جانب سے ایک انسان کو عطا کی جاتی ہیں ایک تنظیم، جماعت یا تحریک ان صلاحیتوں کے حامل افراد کا مجموعہ بن جاتی ہے۔ اب قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر فرد کی صلاحیتوں سے استفادہ کر کے اسے مشن کا ایک کارآمد فرد بنا دے۔

اعلیٰ قیادت کی نشانی

ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو سکھایا جا سکتا ہے اور ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جن کو سکھانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مشن کے لیے ہر فرد کے پاس موجود صلاحیت کو انسانیت کی فلاح و بہبود اور مقاصد کے لیے استعمال کرنا بصیرت و بصارت سے مالا مال قیادت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ تحریکی مقاصد کے حصول کے لیے مسلسل غور و فکر اور تخلیقی سوچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرد واحد کی سوچ، علم، تجربے اور محنت کے بجائے اس مشن سے منسلک تمام افراد کی ذہنی صلاحیتیں جب کسی تحریک یا تنظیم کی ترقی کے لیے استعمال ہوں گی تو زیادہ بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

صلاحیت دیکھ کر کام سپرد کیجیے!

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مختلف صلاحیتوں سے مختلف انداز میں استفادہ کیا گیا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما رائے اور مشورے کے ماہر تھے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اُن سے قبائلی سیاست جنگی اسٹریٹیجی اور جنگ میں استعمال ہونے والے نئے ہتھیاروں کے سلسلہ میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما میدان جنگ کے ماہرین تھے۔ چنانچہ اُن سے جنگی مہارت اور قیادت کا کام لیا جاتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام کے اول مفتی اور قاضی تھے، سرور کونین ﷺ نے اپنی نگرانی میں اُنہیں مقدمات کے فیصلے کی تربیت دی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما قرآن کریم کے پہلے مفسرین میں سے تھے، اور آپ ﷺ نے لوگوں سے کہہ رکھا تھا کہ ان حضرات سے قرآن کریم سیکھا جائے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ گفتگو کی مہارتوں میں بہترین صلاحیت رکھتے تھے، چنانچہ ان کی اس صلاحیت کی بدولت آپ ﷺ نے ان سے ڈپلومیسی و سفارت کاری کا کام لیا۔ غرض مختلف صلاحیتوں کے حامل حضرات کو ان کی صلاحیتوں کی بنیاد پر مختلف خدمات سپرد کی گئیں۔

دعائے مغفرت

اللھم اغفر لھم وارحمھم

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، کوٹ ادو کے رفیق محترم محمد ایوب وفات پا گئے۔

☆ حلقہ سرگودھا کے منفرد رفیق محترم لیاقت علی کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0344-4856101

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان غربی کے ناظم بیت المال محترم منور حسین خان کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0301-7517453

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان کینٹ کے منفرد سینئر رفیق تنظیم محترم محمد سلیم اختر کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0300-6356139

☆ حلقہ کراچی وسطی، ملیر تنظیم کے رفیق محترم یونس واجد کی بہن وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0323-2037699

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر 1 کے نقیب محترم نثار الحق انصاری کے بہنوئی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-2250024

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "مسجد جامع القرآن" قرآن کمپلیکس"، پیپونٹ نزد نیلور، اسلام آباد" میں (شمالی پاکستان کے تحت)

27 تا 29 نومبر 2026ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس

(نئے نقباء و متوقع نقباء (ملتزم) کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-2751014 / 051-4866055 / 0323-5044904

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

darkness, fear and death? We do not need to abhor anyone else's festival, but we do need to ask: is this *ours*? This is where the real question begins. The important question is not, 'Can we wear a costume?' The authentic question is, *'Whose approval are we seeking?'*

Have the Muslims started celebrating it because they are afraid of being left out? Or because they want to look modern? Or because it gives joy? Our Prophet ﷺ said: *"Whoever imitates a people is one of them."* (Sunan Abi Dawud: 4031) This hadith is not about animosity; it is about responsibility of identity. It is reminding us: if you keep borrowing someone else's way of celebrating, someone else's way of living, someone else's way of thinking, then where is *your* identity? Identity is not a costume one wears for one night; identity is what you carry inside every day. The confusion is about imitation. We pray, but we also copy. We talk about Islam, but we also run after every 'modern' trend.

We don't need a night to pretend to be ghosts, when Allah has already given us a night, Laylatul Qadr, that is better than a thousand nights. We are not lacking festivals; we are lacking connection to them. We have Ramadan full of light, we have nights of dua that can change our qadr. We have Eids full of joy. We have stories of Prophets that are far more powerful and gripping than any story.

So what is our responsibility as parents and teachers? It's to make our own celebrations so alive, so joyful, full of love, that our children never feel the need to borrow someone else's darkness to feel happy. Because a child who has tasted the light of his/her own Deen will never run after someone else's darkness.

About the author: *The writer is a published author, former teacher and a freelance contributor. She writes on faith, resilience, and finding meaning in everyday struggle.*

گوشۂ انسدادِ سود

آئینِ شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلے کو 1665 دن گزر چکے!

سود کی خباثتیں

3- دوسرے کی کمائی پر اجارہ داری:

سود خور محض مال دے کر بغیر کسی محنت و مشقت کے دوسروں کی کمائی کے ایک غالب حصے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس کا سرمایہ نہ صرف محفوظ بلکہ بڑھتا رہتا ہے جبکہ مقروض کو ملنے والا نفع بھی بعض اوقات طویل مدت (Long Term Period) میں سود ادا کرنے کی نظر ہو جاتا ہے۔

4- خود غرضی و مفاد پرستی:

سود خور کو چوں کہ ایک مقررہ شرح پر سود ملتا ہے' چناں چہ اسے کسی کاروبار کی ترقی یا مندی سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ وہ انتہائی خود غرضی سے صرف اپنے منافع پر نظر رکھتا ہے۔ اگر کبھی کساد بازاری (Market Decline) کا اندیشہ ہوتا ہے تو فوراً اپنا روپیا کھینچ لیتا ہے اور قلتِ سرمایہ (Scarcity of Capital) کی وجہ سے پیداواری عمل (Production Process) پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سود خور کی خود غرضی کی یہ انتہا ہے کہ اسے ملکی و قومی مفادات پر بھی ذاتی مفادات عزیز ہوتے ہیں۔

5- سودی قرضہ۔ نقصان کا پیش خیمہ:

دنیا کا کوئی کاروبار ایسا نہیں ہے جس میں خطرات (Risks) نہ ہوں' لیکن کسی کاروبار کے لیے سودی قرضہ لینا بذاتِ خود ایک بہت بڑا کاروباری خطرہ (Business Risk) ہے کہ جس میں لازماً ایک مقررہ شرح پر سود ادا کرنا ہوتا ہے' خواہ کاروبار میں منافع ہو یا نہ ہو۔

6- ناجائز منافع خوری:

سودی قرضہ لے کر کیے جانے والے کاروبار میں نہ صرف سود بلکہ اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے دیگر خطرات (Risks) اور ادائیگیوں (Payments) کے لیے وسائل کی فراہمی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے منافع کی شرح کو زیادہ رکھا جاتا ہے۔ اس سے ایسے لوگوں کو جو اس قسم کا کاروبار اپنے سرمائے سے کرتے ہیں' حد سے زائد منافع کمانے کا موقع میسر آجاتا ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ "سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات"، از حافظ انجینئر نوید احمد

Celebrating Halloween: A Question of Identity, Not Just a Festival

By Sana Shoaib

Why do we want to belong to something that was never ours nor meant to be?

In the last week of October 2026, various commercial centres and shopping plazas were loaded with orange pumpkins, black balloons, witches, ghosts with scary sale boards everywhere, endorsing it as our culture. Malls don't decorate for fun; they decorate for business; they know what will sell.

One is bound to think: when did a night about ghosts and darkness become our celebration? And more importantly: why? This change didn't just come overnight; three quiet changes brought it to us.

1. The Social Media Effect: FOMO getting stronger

Today, a festival does not need to be believed to be celebrated. It only needs to be posted. When every reel is about a Halloween costume, when every story is a 'spooky night', a child feels left out, and naturally no child needs to be left out. It is not about shirk or belief for them, it is about belonging.

It's a grim reality that FOMO – the fear of missing out – is getting stronger than our connection to our own identity. The children are not following a festival; they're following a feed.

2. The School and Elite Culture Effect: When "Modern" Means "Western"

Halloween did not come to us through a textbook. It came packaged as 'fun' and 'modern' – through few private schools and colleges, some exclusive gatherings, and now shopping centres. A Halloween party apparently feels harmless; a costume competition feels like creativity. And to say 'no' to it labels being backward, strict, or old-fashioned.

This is very dangerous. The next generation has started believing that to be modern, we must borrow someone else's celebrations. As if our own Deen is not modern enough; our own culture is not colourful enough.

3. The Loss of Our Own Festivals

This is the hardest truth: many of us have forgotten the joy of our own festivals. When our own celebrations become dry and formal, our children will look elsewhere for excitement. A child who does not feel the enthusiasm of Layla Tul Jaiza, the joy of Eid and even Eid Milan, the peace of a night spent in dua, would most probably feel thrilled by costumes and makeups, even if it's about ghosts and fear.

Understanding Halloween

Let us try to understand it simply, without fear. Halloween comes from an old festival called *Samhain*. People believed that on that night, the spirits of the dead returned. To protect themselves, they wore scary costumes and lit fires. Later, it became a festival of horror: ghosts, witches, skeletons, blood, death.

We are Muslims; believe in Tawheed. We believe in the unseen, but we do not venerate fear. We believe life is an amanah from Allah, and death is not complete end or total annihilation, rather it's a natural and predetermined transition of the soul from the temporary physical world (Dunya) back to Allah.

Does a Muslim, who believes in the light of Allah, really need a festival that celebrates

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر



شاندار صفائی، اُجلی دھلائی

کم مقدار، زیادہ صفائی

منفرد اور دیرپا خوشبو

رنگوں کی حفاظت

کپڑوں کی حفاظت

جلد کی حفاظت

DELIVERY ALL OVER PAKISTAN

میرا با اعتماد انتخاب



شاندار صفائی

کم پیسے، زیادہ دھلائی

بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا

مہکتی خوشبو

JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No. 44

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS



Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi - 74200
+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313
info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com
Health our Devotion